قَالَ الۡمَلَاُ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖ

اس کی قوم کے متکبر سردار بولے لہ

لَنُخۡرِجَنَّكَ يٰشُعَيۡبُ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَكَ مِنۡ

اے شعیب قسم ہے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ والے مسلمانوں کو ئہ اپنی بستی

قَرۡيَتِنَاۤ اَوۡ لَتَعُوۡدُنَّ فِىۡ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوۡ كُنَّا

سے نکال دیں گے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ کہا کیا اگرچہ ہم

كٰرِهِيۡنَ ۚ﴿۸۸﴾ قَدِ افۡتَرَيۡنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنۡ عُدۡنَا

بیزار ہوں سے ضرور ہم اللہ پر جھوٹ باندھیں گے اگر تمہارے دین میں

فِىۡ مِلَّتِكُمۡ بَعۡدَ اِذۡ نَجّٰٮنَا اللّٰهُ مِنۡهَا ؕ وَمَا يَكُوۡنُ لَنَاۤ

آجائیں بعد اس کے کہ اللہ نے ہمیں اس سے بچایا ہے ئہ اور ہم مسلمانوں میں کسی

اَنۡ نَّعُوۡدَ فِيۡهَاۤ اِلَّاۤ اَنۡ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا

کا کام نہیں کہ تمہارے دین میں آئے مگر یہ کہ اللہ چاہے ئہ جو ہمارا رب ہے ہمارے رب

كُلَّ شَىۡءٍ عِلۡمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلۡنَا ؕ رَبَّنَا افۡتَحۡ بَيۡنَنَا

کا علم ہر چیز کو محیط ہے ئہ ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا اے ہمارے رب ہم میں

وَبَيۡنَ قَوۡمِنَا بِالۡحَـقِّ وَاَنۡتَ خَيۡرُ الۡفٰتِحِيۡنَ ﴿۸۹﴾

اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر ئہ اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے ئہ

وَقَالَ الۡمَلَاُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعۡتُمۡ

اور اس کی قوم کے کافر سردار بولے کہ اگر تم شعیب کے تابع

شُعَيۡبًا اِنَّكُمۡ اِذًا لَّخٰسِرُوۡنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتۡهُمُ الرَّجۡفَةُ

ہوئے تو ضرور تم نقصان میں رہو گے ئہ تو انہیں زلزلہ نے آلیا

فَاَصۡبَحُوۡا فِىۡ دَارِهِمۡ جٰثِمِيۡنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِيۡنَ كَذَّبُوۡا

تو صبح اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ئلہ شعیب کو جھٹلانے والے

ا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قوم کے سردار ہی قوم کی ہلاکت کا باعث بنتے ہیں اگر یہ درست ہو جائیں تو قوم کو اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیتے ہیں۔ قوم شعیب کے سردار اسی بے ادبی سے ہلاک ہوئے۔ ۲۔ یعنی اصل مقصود تو تمہارا نکالنا ہے۔ تمہاری وجہ سے تمہارے ساتھی مومنوں کو بھی نکال لیں گے معلوم ہوا کہ کفار بھی جانتے تھے کہ نبی اور عام مومنوں میں فرق ہے۔ لفظ مومن میں نبی داخل نہیں ہوتے خیال رہے کہ معک کا تعلق نکالنے سے ہے۔ یعنی انہیں بھی تمہارے ساتھ نکال دیں گے۔ ایمان میں مومن نبی کے برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ نبی ایمان میں مقدم ہوتے ہیں ۳۔ یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم دل سے تمہارے دین سے بیزار ہوں اور تقیہ کر کے زبان سے اس کا اقرار کر لیں۔ معلوم ہوا کہ تقیہ بری چیز ہے۔ ۴۔ اس طرح کہ مجھے اول ہی سے کفر سے دور رکھا' اور میرے ساتھیوں کو کفر سے نکال لیا۔ ایمان کی توفیق دے دی۔ کیونکہ نبی کسی وقت بھی گنہگار نہیں ہو سکتے' چہ جائیکہ ان سے کفر صادر ہو ۵۔ کسی مسلمان کا گمراہ کرنا' اس سے نبی خارج ہیں کیونکہ وہ معصوم قطعی ہوتے ہیں' وہ گمراہ نہیں ہو سکتے۔ نیز گمراہی یا تو نفس امارہ سے آتی ہے۔ یا شیطان کے اغوا سے۔ انبیاء کرام کے نفس امارہ ہوتے ہی نہیں بلکہ مطمئنہ۔ رب فرماتا ہے۔ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّىۡ اور شیطان انہیں گمراہ نہیں کر سکتا۔ رب فرماتا ہے۔ اِنَّ عِبَادِىۡ لَيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ اس سے اشارۃ" معلوم ہوا کہ کافر کا کفر اللہ کی مشیت اور ارادے سے ہے مگر اس کی رضا سے نہیں۔ ۶۔ یہ آیت ان آیات کی تفسیر ہے جن میں فرمایا گیا کہ اللہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ یعنی اللہ کا علم اس کی قدرت گھیرے ہوئے ہے۔ رب گھیرنے اور گھرنے سے پاک ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے توکل سے خبردار ہے۔ امید ہے کہ اب وہ ہم سب کو کفر کی طرف لوٹنے سے بچائے گا۔ ۷۔ یعنی فیصلہ ظاہر فرما دے۔ اس طرح کہ کفار کو ہلاک فرما دے اور مومنوں کو نجات دے دے' ورنہ قولی فیصلہ تو نبی کی زبان سے ہی ہو چکا تھا ۸۔ یعنی اگرچہ دنیاوی حکام سلطان وغیرہ بھی فیصلے کرتے رہتے ہیں' مگر تیرا فیصلہ سب سے اعلیٰ ہے۔ ۹۔ اس طرح کہ تم کو تجارتی لین دین میں پورا تولنا پڑے گا جس سے تمہیں تجارتوں میں بجائے نفع کے نقصان ہو گا۔ سرداران کفر کا یہ قول ان لوگوں سے تھا جو ابھی تک ایمان نہ لائے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیاطین دنیاوی نقصان دکھا کر دین سے روکتے ہیں ۱۰۔ اس طرح کہ پہلے تو ان پر ایک چیخ آئی۔ پھر زلزلہ۔ کیونکہ سورہ ہود میں ہے وَاَخَذَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوا الصَّيۡحَةُ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ان پر دوزخ کا دروازہ کھولا گیا۔ جس سے سخت گرمی ہو گئی۔ وہ تہ خانوں میں بھاگے۔ وہاں بھی گرمی تھی۔ وہاں سے نکل کر جنگل کی طرف بھاگے' وہاں ابر کا ٹکڑا نمودار ہوا۔ سب وہاں جمع ہو گئے۔ وہ بادل آگ بن کر بھڑک اٹھا اور تمام لوگ جل کر فنا ہو گئے۔ لہٰذا دار سے مراد ان کی بستی ہے' نہ کہ ان کے گھر۔ کیونکہ وہ گھروں سے نکل کر جنگل میں فنا ہوئے تھے۔ رب فرماتا ہے۔ فَاَخَذَهُمۡ عَذَابُ يَوۡمِ الظُّلَّةِ

ا۔ یعنی قوم کی ہلاکت کے بعد جب آپ اس محفوظ جگہ سے منتقل ہوئے' جہاں آپ محدود تھے تو ان بے جان نعشوں پر گزرے اور ان سے یہ کلام کیا (روح البیان وغیرہ) اس ف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام ان کی وفات کے بعد کا ہے۔ ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ مردے سنتے ہیں' کیونکہ شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے ان کی ہلاکت کے بعد کلام فرمایا۔ حضور نے ابوجہل وغیرہ سے بعد ان کی ہلاکت کے ان کی لاشوں پر کھڑے ہو کر کلام فرمایا ۳۔ یعنی تم لوگ اس قابل نہیں کہ تم پر رنج و غم کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کافر کی ہلاکت یا موت پر غم کرنا جیسا کہ بعض مسلمانوں نے تلک یا گاندھی کی موت پر سیاہ کپڑے پہنے' یا اس کے مرثیے لکھے' یہ سب

شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا

گویا ان گھروں میں کبھی رہے ہی نہ تھے شعیب کو جھٹلانے والے ہی

كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٩٢﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ

تباہی میں پڑے تو شعیب نے ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم

لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ

میں تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچا چکا اور تمہارے بھلے کو نصیحت کی تو کیونکر غم

اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿٩٣﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ

کروں کافروں کا اور نہ بھیجا ہم نے کسی بستی میں

مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ

کوئی نبی مگر یہ کہ اس کے لوگوں کو سختی اور تکلیف میں پکڑا

لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿٩٤﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ

کہ وہ کسی طرح زاری کریں پھر ہم نے برائی کی جگہ بھلائی بدل

الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ

دی یہاں تک کہ وہ بہت ہو گئے اور بولے بیشک ہمارے باپ دادا کو رنج و

وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٩٥﴾ وَلَوْ

راحت پہنچے تھے تو ہم نے انہیں اچانک ان کی غفلت میں پکڑ لیا اور اگر

اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ

بستیوں والے ایمان لاتے اور ڈرتے تو ضرور ہم ان پر آسمان اور زمین

مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ

سے برکتیں کھول دیتے مگر انہوں نے تو جھٹلایا تو ہم نے انہیں

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٦﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ

ان کے کئے پر گرفتار کیا کیا بستیوں والے نہیں ڈرتے کہ ان

ناجائز ہے۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے' ابوجہل کی موت کی خبر پا کر سجدہ شکر ادا کیا' کسی کی موت پر خوشی نہیں بلکہ دنیا فتنہ سے خالی ہو گئی' اس پر خوشی ہے۔ گلے ہوئے عضو کے کٹ جانے پر رنج و غم کیسا۔ ۴۔ یہاں لوگوں سے مراد کفار ہیں۔ اور سختی سے مراد فقیری اور دوسری بیرونی مصائب ہیں۔ اور تکلیف سے مراد بیماری آزاری وغیرہ داخلی مصیبت ہیں۔ یعنی آخر کار ان پر تکالیف بھیجیں تاکہ ایمان لاویں ۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں مصیبت و آرام امتحان ہیں۔ مصیبت میں صابر' آرام میں شاکر رہنا چاہیے۔ گناہوں کے باوجود عیش ملنا سخت عذاب ہے اور نیک کاروں پر تکلیف آنا رب کی رحمت ہے۔ اگر صبر کی توفیق ملے ۶۔ یا اس لئے کہ ان نعمتوں کے شکریہ میں ایمان قبول کر لیں یا اس لئے کہ غافل ہو کر اور زیادہ گناہ کر لیں پہلی صورت میں یہ نعمتیں رحمت تھیں' دوسری صورت میں عذاب تھیں۔ ۷۔ معلوم ہوا کہ مصیبت میں رب کی طرف رجوع نہ کرنا' اس کو اتفاقیات میں سے ماننا غافل قوم کی علامت ہے۔ صحابہ کرام ہر بیماری میں سوچتے تھے کہ کس غلطی کی وجہ سے یہ تکلیف آئی اور ہر نعمت پر خوف کرتے تھے کہ کہیں یہ نعمت رب کا عذاب نہ ہو۔ بیدار دل کی یہی علامت ہوتی ہے۔ اللہ نصیب کرے ۸۔ اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ رحمت الٰہی کا ذریعہ ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ رب فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا یہ بھی معلوم ہوا کہ دنیاوی مصائب رفع کرنے کے لئے نیک اعمال کرنے جائز ہیں۔ اسی لئے بارش کے لئے نماز استسقاء اور گرہن میں نماز کسوف پڑھتے ہیں ۹۔ یعنی عاقل بالغ کافروں کو تو ان کی بد عملیوں کی وجہ سے قسم قسم کے عذاب میں پکڑ لیا۔ اور ان کے بچوں اور جانوروں وغیرہ کو ان کے تابع ہو کر۔ گندم کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے۔ لہٰذا آیت پر اعتراض نہیں۔

يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَ اَمِنَ

پر ہمارا عذاب رات کو آئے جب وہ سوتے ہوں ۱؎ یا بستیوں

اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ

والے نہیں ڈرتے کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آئے جب وہ کھیل

يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ

رہے ہوں ۲؎ کیا اللہ کی خفی تدبیروں سے بے خبر ہیں تو اللہ کی خفی تدبیر سے

اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ

نڈر نہیں ہوتے مگر تباہی والے ۳؎ اور کیا وہ جو زمین کے مالکوں کے بعد اس کے

الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ

وارث ہوئے انہیں اتنی ہدایت نہ ملی کہ ہم چاہیں تو انہیں ان کے گناہوں پر آفت پہنچائیں

وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ الْقُرٰى

اور ہم ان کے دلوں پر مہر کرتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سنتے ۵؎ یہ بستیاں ہیں جن کے

نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ

احوال ہم تمہیں سناتے ہیں ۶؎ اور بیشک ان کے پاس ان کے رسول

بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ

روشن دلیلیں لے کر آئے تو وہ اس قابل نہ ہوئے کہ وہ اس پر ایمان لاتے جسے پہلے

كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا وَجَدْنَا

جھٹلا چکے تھے ۷؎ اللہ یوں ہی چھاپ لگا دیتا ہے کافروں کے دلوں پر ۸؎ اور ان

لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَاۤ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

میں اکثر کو ہم نے قول کا سچا نہ پایا ۹؎ اور ضرور ان میں اکثر کو بے حکم ہی پایا

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ

پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اسکے درباریوں

ع ۱۲ — ۲

۱؎ یہاں بستیوں والوں سے مراد مکہ مکرمہ اور آس پاس کی بستیوں والے ہیں اور نہ ڈرنے سے مراد بے خوفی کا نہ ڈرنا ہے جو کفر ہے۔ لہٰذا یہ آیت اس کے خلاف نہیں کہ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ یعنی آپ کے ہوتے ہوئے ان پر عذاب نہ آئے گا رب کی ہیبت اس کا خوف ایمان کی دلیل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بادل دیکھ کر بھی خوف کرتے تھے اور رب کی وعدہ خلافی کا خوف کفر ہے۔ نیز رب کی ہیبت کا دل سے نکل جانا کفر کی دلیل ہے وہی اس جگہ مراد ہے۔ ۲؎ کیونکہ عذاب الٰہی اکثر غفلت کے وقت آتا ہے اور غفلت زیادہ تر رات کے آخری حصہ میں یا دوپہر کے وقت ہوتی ہے۔ ۳؎ معلوم ہوا کہ اللہ و رسول کی ہیبت کا دل سے نکل جانا سخت نقصان کا ذریعہ ہے۔ رب کی ڈھیل یا اس کا کسی بندہ کو گناہ پر نہ پکڑنا خفیہ تدبیر ہے۔ ۴؎ یعنی انہیں غور کرنا چاہیے کہ جیسے ان کے مورثوں کے پاس یہ دنیا نہ رہی' وہ مرگئے یہ ان کی جائیدادوں کے مالک ہو گئے' ایسے ہی ان کے پاس نہ رہے گی۔ ان کے بعد دوسروں کو ملے گی۔ خیال رہے کہ مکہ والوں پر کبھی ظاہری عذاب نہ آیا یعنی مسخ خسف وغیرہ۔ اصحاب فیل پر عذاب آیا۔ مگر وہ مکہ والے نہ تھے اور جن بستیوں میں عذاب ظاہری آیا۔ وہاں رہنا وہاں کا پانی پینا بلکہ وہاں ٹھہرنا بھی ناجائز ہے۔ لہٰذا اس آیت کی یہ تفسیر قوی ہے جو ہم نے بیان کی کہ یہاں مورثوں کی موت مراد ہے جس کے بعد اس کے وارث اس کا مال سنبھال لیتے ہیں ۵؎ معلوم ہوا کہ دوسروں کی موت سے نصیحت نہ لینا' برابر گناہوں میں مشغول رہنا' غفلت قلب کی علامت ہے۔ زیارت قبور اسی لئے مسنون ہے کہ اس سے عبرت حاصل ہو۔ ۶؎ اس سے معلوم ہوا کہ برباد شدہ قوموں کے حالات پڑھنا عبرت کے لئے بہت بہتر ہیں... ایسے ہی انبیاء کرام' اولیاء اللہ کے حالات معلوم کرنا' تاکہ عبادت کا شوق ہو' بہت ضروری ہے۔ ۷؎ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی توہین یا عداوت دل پر مہر ہو جانے کا سبب ہے۔ رب اس سے بچائے۔ یہ مہر ایسی ہوتی ہے جیسے لوہے کا زنگ سے گل جانا۔ ۸؎ معلوم ہوا کہ نبی کی مخالفت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کا دل سخت ہو جاتا ہے جس سے اس میں ہدایت قبول کرنے کی اہلیت نہیں رہتی۔ اب جن کو حضور سے تعلق نہیں' انہیں قرآن کی سمجھ بھی الٹی ہی آتی ہے نعوذ باللہ منہا ۹؎ کفار عرب مصیبت میں گرفتار ہو کر وعدہ کرتے تھے کہ اگر اب نجات مل گئی تو ہم ایمان لے آئیں گے اور نجات ملنے پر ایمان نہ لاتے تھے۔ یہاں اس کا ذکر ہے۔

مَلَاۡئِهٖ فَظَلَمُوۡا بِهَا ۚ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کی طرف بھیجا لہ تو انہوں نے ان نشانیوں پر زیادتی کی تو دیکھو کیسا انجام ہوا

الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوۡسٰى يٰفِرۡعَوۡنُ اِنِّىۡ رَسُوۡلٌ

مفسدوں کا اور موسیٰ نے کہا اے فرعون میں پروردگار عالم کا

مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيۡقٌ عَلٰۤى اَنۡ لَّاۤ اَقُوۡلَ عَلَى

رسول ہوں ۲ مجھے سزا وار ہے کہ اللہ پر نہ کہوں مگر

اللّٰهِ اِلَّا الۡحَقَّ ؕ قَدۡ جِئۡتُكُمۡ بِبَيِّنَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ

سچی بات ۳ میں تم سب کے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں

فَاَرۡسِلۡ مَعِىَ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنۡ كُنۡتَ جِئۡتَ

تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ چھوڑ دے ۴ بولا اگر تم کوئی نشانی لے کر

بِاٰيَةٍ فَاۡتِ بِهَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلۡقٰى

آئے ہو تو لاؤ اگر سچے ہو تو موسیٰ نے اپنا

عَصَاهُ فَاِذَا هِىَ ثُعۡبَانٌ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِىَ

عصا ڈال دیا وہ فوراً ایک اژدہا ظاہر ہو گیا ۵ اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا

بَيۡضَآءُ لِلنّٰظِرِيۡنَ ﴿۱۰۸﴾ قَالَ الۡمَلَاُ مِنۡ قَوۡمِ فِرۡعَوۡنَ اِنَّ

تو وہ دیکھنے والوں کے سامنے جگمگانے لگا ۶ قوم فرعون کے سردار بولے یہ تو

هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيۡمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيۡدُ اَنۡ يُّخۡرِجَكُمۡ مِّنۡ اَرۡضِكُمۡ

ایک علم والا جادوگر ہے ۷ تمہیں تمہارے ملک سے نکالا چاہتا ہے

فَمَاذَا تَاۡمُرُوۡنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوۡۤا اَرۡجِهۡ وَاَخَاهُ وَاَرۡسِلۡ فِى

تو تمہارا کیا مشورہ ہے بولے انہیں اور ان کے بھائی کو ٹھہرا اور شہروں

الۡمَدَآئِنِ حٰشِرِيۡنَ ﴿۱۱۱﴾ يَاۡتُوۡكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيۡمٍ ﴿۱۱۲﴾

میں لوگ جمع کرنے والے بھیج دے کہ ہر علم والے جادوگر کو تیرے پاس لے آئیں ۸

ع ۱۴ ۲

ا۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام سے پہلے جو نبی گزرے۔ ان کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں بہت پایہ کے نبی ہیں۔ پہلے صاحب کتاب ہیں۔ اس لئے آپ کا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔ ورنہ تمام نبیوں میں آپ بھی آ گئے تھے۔ اور آیات سے مراد موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں نہ کہ تورات کی آیتیں۔ کیونکہ تورات شریف ہلاکت فرعون کے بعد عطا ہوئی تھی نیز کفار کتاب ماننے کے مکلف نہیں ہوتے وہ نبی کو ماننے کے مکلف ہوتے ہیں۔ اس زمانے میں ہر بادشاہ مصر کا لقب فرعون ہوتا تھا۔ اس سے پہلے اسے عزیز مصر کہتے تھے اور اب خدیو مصر کہلاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے فرعون کا نام مصعب بن ریان تھا۔ آپ تمام مصر والوں کے نبی تھے خواہ وہ قبطی ہوں یا سبطی یا اسرائیلی ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے نبی کی پہچان فرض ہوتی ہے۔ پھر دوسری چیزوں کی۔ اسی لئے ہمارے حضور نے سب سے پہلی تبلیغ میں فرمایا کہ مجھے پہچانو' میں کیسا ہوں۔ ۳۔ معلوم ہوا کہ نبی جھوٹ سے معصوم ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرمانا۔ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا تبلیغ تھی جھوٹ نہ تھا۔ اسی طرح آپ کا اپنی بیوی کو بہن فرمانا توریہ تھا جھوٹ نہ تھا۔ نبوت اور جھوٹ میں وہی نسبت ہے جو اندھیرے اور اجالے میں۔ ان کا کذب محال ہے اور رب کا جھوٹ محال بالذات ۴۔ یعنی انہیں اپنی غلامی سے آزاد کردے تاکہ وہ میرے ساتھ ملک شام چلے جائیں ۵۔ یعنی موٹائی میں اژدہا تھا' تیز رفتاری میں پتلے سانپ کی طرح تھا۔ زرد رنگ کا۔ ایک میل اونچا کھڑا ہو گیا۔ نچلا جبڑا زمین پر' اونچا فرعونی محل کی چوٹی پر تھا۔ جب فرعون کی طرف رخ کیا تو فرعون تخت سے اتر کر گوز مارتا بھاگا۔ اور درباری ایسے بھاگے کہ بہت سے کچل کر مر گئے۔ فرعون چیخا کہ میں ایمان لاتا ہوں اور اسے پکڑ لو اور تمہارے ساتھ میں بنی اسرائیل کو بھیجتا ہوں۔ ۶۔ اس سے پتہ لگا کہ نبی کو معجزات اس قسم کے ضرور دیئے جاتے ہیں جس کا اس وقت زور ہو۔ چونکہ اس زمانے میں جادو کا زور تھا لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزات عطا ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانے میں طب کا زور تھا لہٰذا انہیں اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا بخشنا' مردے زندہ کرنے کے معجزے عطا ہوئے اگر قادیانی نبی ہوتا تو اسے سائنس کی ایجادات کی قسم کے معجزے ملتے کیونکہ آج کل اسی کا زور ہے ۷۔ چونکہ آپ مصر سے عرصہ تک لاپتہ رہے تھے اس لئے فرعونی سمجھے کہ آپ جادو سیکھنے گئے تھے اور کسی ماہر استاد جادوگر کی شاگردی کر کے جادو میں ماہر ہو گئے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں مکہ والوں ہی میں رکھا اور حلیمہ دائی کے ہاں بہت ہی کمسنی میں رہے تاکہ کسی بدبخت کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے۔ چنانچہ فرعون نے ہارون علیہ السلام پر الزام نہ لگایا ۸۔ تاکہ ان کا مقابلہ ہو جائے اور موسیٰ علیہ السلام کو شکست ہو۔

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْۤا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا

اور جادو گر فرعون کے پاس آئے ۔بولے کچھ ہمیں انعام ملے گا اگر ہم

نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

غالب آجائیں ۔بولا ہاں اور اس وقت تم مقرب ہو جاؤ گے ۱

قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ

بولے اے موسیٰ یا تو آپ ڈالیں یا ہم ڈالنے والے

الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا سَحَرُوْۤا اَعْيُنَ

ہوں کہا تمہیں ڈالو ۲ جب انہوں نے ڈالا لوگوں کی نگاہوں پر جادو

النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَ

کر دیا ۳ اور انہیں ڈرایا اور بڑا جادو لائے ۴ اور

اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ

ہم نے موسیٰ کو وحی فرمائی کہ اپنا عصا ڈال تو ناگاہ اُن کی بناوٹوں

مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

کو نگلنے لگا ۵ تو حق ثابت ہوا اور ان کا کام باطل ہوا ۶

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ

تو یہاں وہ مغلوب پڑے اور ذلیل ہو کر پلٹے اور جادو گر سجدے میں

سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ

گرا دیئے گئے ۷ بولے ہم ایمان لائے جہان کے رب پر جو رب ہے

مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ

موسیٰ اور ہارون کا ۸ فرعون بولا تم اس پر ایمان لے آئے قبل اس کے

اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ

کہ میں تمہیں اجازت دوں ۹ یہ تو بڑا جعل ہے جو تم سب نے شہر میں پھیلایا ہے ۱۰

ا۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے منہ سے سچی بات نکلوادی کہ وہ جادو گر مومن ہو کر غالب آئے' اور اللہ کے مقرب بن گئے۔ یہ جادو گر کل ستر ہزار تھے جن میں چار سردار تھے۔ شابور' عادور' حطط شمعون' جب انہیں پتہ لگا کہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا آپ کے سونے کے حال میں بھی سانپ بن کر پہرہ دیتا ہے تو ان کے دل میں بیٹھ گیا کہ یہ جادو نہیں کیونکہ جادو' خود جادوگر کی بیداری میں کام کر سکتا ہے۔ نیند میں نہیں کر سکتا۔ (روح) ۲۔ معلوم ہوا کہ کفریا گناہ کو باطل کرنے کے لئے اس کی اجازت دینا منع نہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں جادو کرنے کی اجازت دی مگر باطل کرنے کے لئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کی تعظیم کرنے سے ایمان مل جاتا ہے۔ اسی ادب کی وجہ سے ان جادو گروں کو ایمان اور شہادت نصیب ہوئی کہ انہوں نے اجازت حاصل کر کے جادو کیا۔ ۳۔ معلوم ہوا کہ اکثر جادو کی حقیقت کچھ نہیں ہوتی صرف لوگوں کی نگاہ کچھ کا کچھ دیکھ لیتی ہے۔ مگر معجزے میں جو نظر آتا ہے' ویسا ہی واقعہ میں ہوتا ہے۔ یہ ہی کرامت کا حال ہے۔ رب فرماتا ہے سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ۴۔ یعنی تین سو اونٹ بھر کر لاٹھیاں لائے تھے جنہیں سانپوں کی شکلوں میں دکھا دیا گیا۔ تمام میدان سانپوں سے بھر گیا۔ ۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی چیز کسی اور شکل میں ہو جاوے تو اس کی بعض خصوصیات بھی اس میں آ جاتی ہیں۔ عصا لاٹھی تھی۔ لاٹھی کھایا پیا نہیں کرتی۔ مگر جب سانپ کی شکل میں ہوئی تو کھانے پینے لگی۔ اس سے بہت سے مسائل حل ہو جائیں گے۔ حضرت جبریل کا انسانی شکل میں آنا تو لباس پہننا حضرت ملک الموت کی موسیٰ علیہ السلام کے طمانچے سے آنکھ کا نکل جانا۔ وغیرہ یہ سب اسی شکل کے احکام ہیں جو اس وقت ان کی تھی۔ حضور اللہ کا نور ہیں۔ مگر جب انسانی شکل میں ہیں تو کھاتے پیتے بھی ہیں۔ نکاح بھی کرتے ہیں۔ وصال کے روزے میں تکلیف نہ ہونا' نورانیت کی جلوہ گری ہے ۶۔ معلوم ہوا کہ معجزہ کے مقابل جادو نہیں ٹھہرتا۔ حضور پر جو جادو ہوا وہاں معجزے سے مقابلہ نہ تھا خفیہ کیا گیا۔ جیسے بعض انبیاء کرام کو شہید کر دیا گیا۔ جادو کا نبی پر اثر کرنا ایسا ہے جیسا تلوار کا ان کے اجسام پر اثر کرنا۔ ۷۔ یعنی وہ خود سجدے میں نہ گرے' بلکہ توفیق خداوندی نے دستگیری کی اور رب کی طرف سے گرائے گئے۔ شعر

مری طلب بھی تمہارے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

۸۔ معلوم ہوا کہ انبیاء کرام رب کی دلیل اور پہچان ہیں۔ یعنی رب العالمین وہ ہے جسے یہ دونوں پیغمبر رب فرمادیں نہ کہ فرعون۔ اور رب تعالیٰ کی درست و مقبول معرفت وہی ہے جو نبی کے ذریعہ حاصل ہو۔ ۹۔ یہاں قبل سے مراد بغیر ہے۔ یعنی بغیر میری اجازت تم ایمان کیوں لے آئے' جیسے قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان کے لئے ماں' باپ' بادشاہ کی اجازت کی ضرورت نہیں بلکہ فرائض نماز و حج ماں' باپ بادشاہ کی اجازت کے بغیر بھی ادا کرنے لازم ہیں۔ ۱۰۔ یعنی تم سب شاگرد ہو۔ موسیٰ علیہ السلام تمہارے استاد ہیں۔ تم نے خفیہ ساز باز کر کے یہ مقابلہ کیا اور تم جان بوجھ کر ہار گئے۔ یہ مقابلہ اسکندریہ کے علاقہ میں ہوا تھا۔

ا۔ دریا کے کنارے کھجور کے درختوں میں تا کہ لوگوں کو عبرت ہو۔ صاحب روح البیان نے فرمایا کہ سولی کا موجد فرعون ہے۔ اب اسلام میں ڈاکو کی سزا سولی ہے ۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ مومن کے دل میں خوف غیر اللہ نہیں ہوتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ آدمی نبی کی صحبت کی برکت سے آن کی آن میں ولی ہو جاتا ہے۔ دیکھو آج ہی یہ جادوگر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور آج ہی انہیں یہ قوت قلبی نصیب ہو گئی۔ کہ سولی کا بھی انہیں خوف نہیں۔ ۳۔ معلوم ہوا کہ مومن کامل کی پہچان یہ ہے کہ کفار اس سے ناخوش ہوں۔ کفار کی ناخوشی قوت ایمانی کی دلیل ہے جس سے کافر بھی خوش ہوں اور مسلمان بھی وہ منافق ہے۔ آج تک صحابہ کرام پر کفار تبرے

لِتُخْرِجُوا مِنْهَا أَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴿١٢٣﴾ لَأُقَطِّعَنَّ

کہ شہر والوں کو اس سے نکال دو تو اب جان جاؤ گے قسم ہے کہ میں تمہارے

أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ

ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا پھر تم سب کو سولی

أَجْمَعِينَ ﴿١٢٤﴾ قَالُوا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنقَلِبُونَ ﴿١٢٥﴾ وَمَا

دوں گا ١ بولے ہم اپنے رب کی طرف پھرنے والے ہیں ٢ اور تجھے

تَنقِمُ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَتْنَا ۚ

ہمارا کیا برا لگا یہ ہی نہ کہ ہم اپنے رب کی نشانیوں پر ایمان لائے جب وہ ہمارے پاس

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ ﴿١٢٦﴾ وَقَالَ

آئیں ٣ اے رب ہمارے ہم پر صبر انڈیل دے اور ہمیں مسلمان اٹھا ٤ اور قوم

الْمَلَأُ مِن قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَىٰ وَقَوْمَهُ

فرعون کے سردار بولے ٥ کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو اس لئے چھوڑتا

لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَيَذَرَكَ وَآلِهَتَكَ ۚ قَالَ

ہے کہ وہ زمین میں فساد پھیلائیں اور موسیٰ تجھے اور تیرے ٹھہرائے ہوئے معبودوں کو چھوڑ دے

سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ

٦ بولا اب ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور ان کی بیٹیاں زندہ رکھیں گے ٧ اور ہم بیشک ٨

قَاهِرُونَ ﴿١٢٧﴾ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ

ان پر غالب ہیں ٩ موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا اللہ کی مدد چاہو

وَاصْبِرُوا ۖ إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ

اور صبر کرو ١٠ بیشک زمین کا مالک اللہ ہے اپنے بندوں میں جسے چاہے

مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٢٨﴾ قَالُوا أُوذِينَا

وارث بنائے اور آخر میدان پرہیزگاروں کے ہاتھ ہے ١١ بولے ہم ستائے گئے آپ

کر رہے ہیں ۴۔ معلوم ہوا کہ صحبت موسیٰ علیہ السلام نے ان پرانے کافروں کو ایک دن میں ایمان، صحابیت، شہادت، تمام مدارج طے کرا دیئے، صحبت کا فیض سب سے زیادہ ہے۔ ۵۔ کیونکہ جادوگروں کے سجدہ میں گر جانے سے چھ لاکھ آدمی ایمان لے آئے، تو یہ سردار گھبرا کر کہنے لگے، موسیٰ علیہ السلام کو قتل کیوں نہیں کرتا ۶۔ فرعون کے دربار میں آنے والے، خود فرعون کی پوجا کرتے تھے۔ اور دور رہنے والوں کے لئے فرعون کے نام پر پتھر، لکڑی وغیرہ کے بت بنوا دیئے گئے تھے، جن کی وہ پوجا کرتے تھے۔ الھتک سے یہی مراد ہے۔ ۷۔ نساء عربی میں جوان لڑکی پر بولا جاتا ہے مگر یہاں چھوٹی لڑکیوں پر نساء بولا گیا۔ کیونکہ وہ آئندہ نساء بننے والی تھیں۔ مجازاً انہیں نساء بولا گیا۔ جیسے طالب علم کو عالم کہہ دیتے ہیں ۸۔ یعنی ہماری برتری اور بنی اسرائیل سے بہتر ہونے میں کچھ شک نہیں۔ یہ محض منہ سے کہتے تھے، مگر ان کے دل دھڑکتے تھے ۹۔ اس سے پتہ لگا کہ فرعون پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رعب چھا گیا تھا۔ اسی لئے آپ سے کچھ تعرض نہ کیا بلکہ آپ کی قوم کے بچوں پر ظلم ڈھاتا رہا۔ ۱۰۔ جب بنی اسرائیل کو پتہ چلا کہ اب بھی ہمارے لڑکے ذبح کئے جائیں گے تو وہ پریشان ہوئے۔ خیال رہے کہ اب فرعون کی یہ حرکت صرف اپنا بھرم باقی رکھنے کے لئے تھی ورنہ جن کی روک تھام کے لئے پہلے بچوں کو ذبح کراتا تھا وہ تو پیدا ہو چکے تھے۔ تب آپ نے بنی اسرائیل کو صبر کی تلقین فرمائی۔ ۱۱۔ اس میں اشارۃً فرمایا جا رہا ہے کہ تم پرہیزگار بن کر رہو۔ انشاء اللہ ملک مصر کے تم ہی مالک ہو گے۔ خیال رہے کہ فرعون نے اپنی چار سو برس کی عمر میں تین سو بیس سال ایسے آرام سے گزارے کہ کبھی اس کا سر بھی نہ دکھا۔ بعد میں اس پر عذاب آئے۔

ا۔ یعنی ہم کو تو امید تھی کہ آپ کے ظہور کے بعد ہمارے بچوں کا قتل بند ہو جاوے گا' کیونکہ قتل کی وجہ جاتی رہی۔ لیکن اب بھی ہم کو وہ مصیبت درپیش ہے۔ کب ہماری مدد ہو گی ۲۔ معلوم ہوا کہ رب نے موسیٰ علیہ السلام کو غیب کا علم دیا تھا کہ آئندہ پیش آنے والے واقعات بلاکم وکاست بیان فرمادیئے اور جیسا آپ نے فرمایا' ویسا ہی ہوا' کہ فرعون مع اپنی قوم کے ہلاک کیا گیا۔ اور بنی اسرائیل ملک کے مالک ہوئے۔ ۳۔ فرعون نے تین سو بیس سال تو نہایت آرام سے گزارے اور پھر اس پر قحط ڈالا گیا۔ کیونکہ وہ بھوک کی تکلیف سے بے خبر تھا' تاکہ اس تکلیف سے ایمان لے آئے۔ مگر نہ لایا معلوم ہوا کہ دنیاوی تکالیف رب کے وارنٹ ہیں۔ ۴۔

مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ

کے آنے سے پہلے اور آپ کے تشریف لانے کے بعد ۱ کہا

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ

قریب ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کرے اور اس کی جگہ زمین کا

فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنَآ

مالک تمہیں بنائے ۲ پھر دیکھے کیسے کام کرتے ہو اور بیشک ہم نے فرعون والوں

اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ

کو برسوں کے قحط اور پھلوں کے گھٹانے سے پکڑا ۳ ۴

لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا

کہ کہیں وہ نصیحت مانیں ۵ تو جب انہیں بھلائی ملتی کہتے یہ ہمارے

لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى

لئے ہے اور جب برائی پہنچتی تو موسیٰ اور اس کے ساتھیوں سے

وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ

بدشگونی لیتے ۶ سن لو ان کے نصیبہ کی شامت تو اللہ کے یہاں ہے لیکن ان

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ

میں اکثر کو خبر نہیں ۷ اور بولے تم کیسی بھی نشانی لے کر ہمارے

مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾

پاس آؤ کہ ہم پر اس سے جادو کرو ہم کسی طرح تم پر ایمان لانے والے نہیں ۸

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ

تو بھیجا ہم نے ان پر طوفان ۹ اور ٹڈی ۱۰ اور گھن یا کلنی یا جوئیں ۱۱

وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا

اور مینڈک ۱۲ اور خون ۱۳ جدا جدا نشانیاں تو انہوں نے تکبر کیا

یعنی فرعونی دیہاتیوں کی کھیتیاں اور شہری لوگوں کے باغات بے برگ و بار کر دیئے۔ کھیتوں میں غلہ کم' باغوں میں پھل بہت کم کر دیئے تاکہ توبہ کریں ۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مقبول بندوں کو منحوس جاننا اور نیک اعمال کو نحوست سمجھنا کفار کا کام ہے۔ ہمارے گناہ منحوس وہ حضرات مبارک ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ وجعلنی مبٰرکا اینما کنت۔ بلکہ ان لوگوں کے تبرکات بھی مبارک اور برکت والے ہوتے ہیں ۶۔ یہاں اکثر فرمایا گیا' کیونکہ بعض قبطی موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے۔ اگرچہ وہ تھوڑے تھے' ۷۔ تب موسیٰ علیہ السلام نے فرعونیوں کے لئے بددعا فرمائی کہ مولا اب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی انہیں مختلف عذابوں میں مبتلا فرما۔ چنانچہ ان پر وہ پانچ چھ عذاب آئے جن کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔ ۸۔ اتنی کثرت سے بارش ہوئی کہ فرعونیوں کے گھروں میں پانی گلے گلے کھڑا ہو گیا۔ جو بیٹھا وہ ڈوب گیا۔ جو کھڑا رہا اس کے گلے گلے پانی رہا۔ بنی اسرائیل اس سے محفوظ رہے۔ سنیچر سے سنیچر تک سات دن یہ عذاب رہا۔ تب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لانے کا وعدہ کیا۔ ۹۔ طوفان ختم ہونے پر وہ ایمان نہ لائے تو صرف ایک ماہ کے بعد قبطیوں پر ٹڈی کا عذاب آیا جو قبطیوں کے کھیت' گھروں کی چھتیں' سامان کیلیں تک کھا گئیں۔ پھر یہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور ایمان کا وعدہ کیا۔ آپ کی دعا سے یہ عذاب دفع ہوا اس عذاب میں بھی ایک ہفتہ یعنی شنبہ سے شنبہ تک گرفتار رہے۔ ۱۰۔ ایک مہینہ آرام سے گزارا۔ ایمان نہ لائے تو ان پر گھن یا جوں کا عذاب آیا یہ کیڑے فرعونیوں کے جسم تک چاٹ گئے۔ دس بوری چکی پر جاتیں تو بمشکل تین سیر آٹا آتا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس نادم ہو کر آئے۔ یہ عذاب بھی ایک ہفتہ رہا شنبہ سے شنبہ تک ۱۱۔ جوں کے عذاب کے بعد یہ لوگ وعدہ سے پھر گئے۔ ایک ماہ آرام سے گزرا۔ پھر ان پر مینڈک کا عذاب آیا کہ جہاں فرعونی بیٹھتے وہاں مینڈک ہی مینڈک ہو جاتے۔ کھانوں میں' پانی میں' چولہوں میں' چکی میں مینڈک ہی مینڈک تھے۔ یہ عذاب بھی ان پر ایک ہفتہ رہا۔ آخر تنگ آ کر پھر موسیٰ علیہ السلام کی بارگاہ میں روتے ہوئے آئے اور ایمان کا وعدہ کیا۔ تب عذاب دفع ہوا۔ ۱۲۔ مینڈک کا عذاب ختم ہونے پر یہ لوگ عہد سے پھر گئے۔ تب ان پر خون کا عذاب آیا کہ کنوئیں' چشمے' سالن' روٹی' سب میں تازہ خون ہو گیا۔ فرعون نے حکم دیا کہ قبطی اسرائیلی کے ساتھ ایک برتن میں کھائیں تو اسرائیلی کی طرف شوربا اور اس کی طرف خون ہوتا۔ اگر اسرائیلی کے برتن سے پانی قبطیوں کے برتن میں ڈالتے تو آتے ہی خون ہو جاتا۔ حتیٰ کہ قبطیوں نے اسرائیلیوں سے اپنے منہ میں کلیاں کرائیں تو اسرائیلی کے منہ میں پانی ہوتا تھا۔ اور قبطی کے منہ میں پہنچ کر خون بن جاتا تھا۔

ع ۱۵ ۵

ا۔ کہ رب نے تم سے وعدہ فرمایا ہے کہ تمہاری دعا قبول فرمائے گا معلوم ہوتا ہے کہ فرعون دل سے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا قائل تھا۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قبول دعا کے لئے بزرگوں کے آستانہ پر جانا انسان کا فطری تقاضا ہے جو اس سے روکے وہ درحقیقت فطرت سے روکتا ہے' کبھی کامیاب نہ ہوگا۔ دیکھو فرعون کافر تھا۔ مگر مصیبت کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کراتا تھا۔ یہ فطری تقاضا تھا ۲۔ معلوم ہوا کہ خدائی کاموں کو بندہ کی طرف نسبت کر سکتے ہیں کیونکہ عذاب اٹھانا رب کا کام ہے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام کی طرف نسبت کیا گیا اور رب نے اس پر اعتراض نہ کیا اور یہ نہ فرمایا کہ چونکہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے فریاد رسی کی درخواست کی لہٰذا وہ مشرک ہو گیا ۳۔ معلوم ہوا کہ نبی کے توسل کا فرعون بھی قائل تھا۔ جو اس وسیلہ کا منکر ہے وہ فرعون سے زیادہ گمراہ ہے۔ ۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کی دعا کافروں کو بھی فائدہ دے جاتی ہے تو ہم گنہگار مومنوں کو کیوں نہ فائدہ دے گی۔ ۵۔ یعنی ان کا یہ دفع عذاب عارضی ہوتا تھا۔ ہم تو جانتے تھے کہ یہ لوگ کافر رہیں گے اور ڈوب کر ہلاک ہوں گے۔ ۶۔ موسیٰ علیہ السلام کا یا مظلومین بنی اسرائیل کا اس سے معلوم ہوا کہ نبی کا بدلہ کفار سے رب خود لیتا ہے۔ اور مظلوم کا بدلہ قدرت لیتی ہے' اگرچہ کچھ دیر ہو۔ ۷۔ دریائے قلزم میں۔ عربی میں یم بہت گہرے دریا کو کہتے ہیں' جس کی تہہ آسانی سے نہ معلوم ہو سکے۔ ۸۔ یعنی دیدہ دانستہ ان میں غور نہ کرتے تھے۔ یہاں بے خبری سے عرفی بے خبری مراد نہیں ورنہ رب تعالیٰ بے خبر کو عذاب نہیں دیتا۔ نیز ارشاد ہوا۔ کذبوا اور جھٹلانا اس کا کام ہو سکتا ہے جو خبردار ہو۔ ۹۔ یعنی بنی اسرائیل کو پورے مصر و شام کا مالک بنا دیا۔ فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد۔ یہاں زمین سے مراد ہے مصر و شام کی زمین۔ اور پورب پچھم سے مراد اس کا پورا علاقہ ہے۔ اور وراثت سے مراد فرعون کے بعد مالک ہونا۔ لہٰذا اس آیت پر وہ اعتراضات نہیں ہو سکتے جو نادان لوگوں نے بے سمجھی میں کئے ۱۰۔ دینی برکت بھی اور دنیاوی برکت بھی کہ شام کے علاقہ میں پھل فروٹ' سبزہ بہت کثرت سے ہے۔ اور وہ جگہ انبیاء کرام کی قیامگاہ اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا زینہ ہے کہ وہاں سے آسمانی معراج شروع ہوئی۔ ۱۱۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے تمام وہ وعدے پورے فرمائے جو آپ نے بنی اسرائیل سے کئے۔ معلوم ہوا کہ نبی کے وعدے رب پورے فرماتا ہے۔ ۱۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل بہت عرصہ کے بعد مصر میں آباد ہوئے۔ جب فرعونی عمارتیں' باغات برباد ہو چکے تھے ان کی عمارتوں کو استعمال نہ کیا۔ خیال رہے کہ یہ بربادی ویرانی کی وجہ سے ہوئی۔ ورنہ شہر مصر پر عذاب الٰہی نہ آیا تھا۔

وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ

اور وہ مجرم قوم تھی اور جب ان پر عذاب پڑتا

قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِنْ

کہتے اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کرو اس عہد کے سبب جو اس کا تمہارے پاس ہے [1]

كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ

بیشک اگر تم ہم سے عذاب اٹھادو گے [2] تو ہم ضرور تم پر ایمان لائیں گے اور بنی اسرائیل کو تمہارے

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ

ساتھ کر دیں گے [3] پھر جب ہم ان سے عذاب اٹھا لیتے [4] ایک مدت کے لئے

هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ

جس تک انہیں پہنچنا ہے [5] جبھی وہ پھر جاتے تو ہم نے ان سے بدلہ لیا [6]

فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا

تو انہیں دریا میں ڈبو دیا [7] اس لئے کہ ہماری آیتیں جھٹلاتے اور ان سے

عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا

بے خبر تھے [8] اور ہم نے اس قوم کو جو دبا لی گئی تھی اس

يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ

زمین کے پورب و پچھم کا مالک کیا [9] جس میں ہم نے

بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى

برکت رکھی [10] اور تیرے رب کا اچھا وعدہ

بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ

بنی اسرائیل پر پورا ہوا [11] بدلہ ان کے صبر کا اور ہم نے برباد کر دیا جو کچھ

يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

فرعون اور اس کی قوم بناتی اور جو چنائیاں اٹھاتے تھے [12]

وَجَاوَزْنَا بِبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ ٱلْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا پار اتارا 1 تو ان کا گزر ایک ایسی قوم پر

يَعْكُفُونَ عَلَىٰٓ أَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوا يَـٰمُوسَى ٱجْعَل

ہوا کہ اپنے بتوں کے آگے آسن مارے تھے 2 بولے اے موسیٰ ہمیں ایک

لَّنَآ إِلَـٰهًا كَمَا لَهُمْ ءَالِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿۱۳۸﴾

خدا بنادے 3 جیسا ان کے لئے اتنے خدا ہیں بولا تم ضرور جاہل لوگ ہو 4

إِنَّ هَـٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيهِ وَبَـٰطِلٌ مَّا كَانُوا

یہ حال تو بربادی کا ہے جس میں یہ لوگ ہیں اور جو کچھ کر رہے ہیں نرا

يَعْمَلُونَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ أَغَيْرَ ٱللَّهِ أَبْغِيكُمْ إِلَـٰهًا وَهُوَ فَضَّلَكُمْ

باطل ہے 5 کہا کیا اللہ کے سوا تمہارا اور کوئی خدا تلاش کروں 6 حالانکہ اس نے تمہیں زمانے

عَلَى ٱلْعَـٰلَمِينَ ﴿۱۴۰﴾ وَإِذْ أَنجَيْنَـٰكُم مِّنْ ءَالِ فِرْعَوْنَ

بھر پر فضیلت دی 7 اور یاد کرو جب ہم نے تمہیں 8 فرعون والوں سے

يَسُومُونَكُمْ سُوٓءَ ٱلْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُونَ أَبْنَآءَكُمْ وَ

نجات بخشی کہ تمہیں بری مار دیتے تمہارے بیٹے ذبح کرتے

يَسْتَحْيُونَ نِسَآءَكُمْ ۚ وَفِى ذَٰلِكُم بَلَآءٌ مِّن رَّبِّكُمْ

اور تمہاری بیٹیاں باقی رکھتے 9 اور اس میں 10 تمہارے رب کا بڑا

عَظِيمٌ ﴿۱۴۱﴾ وَوَٰعَدْنَا مُوسَىٰ ثَلَـٰثِينَ لَيْلَةً وَأَتْمَمْنَـٰهَا

فضل ہوا اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا وعدہ فرمایا اور ان میں دس اور

بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيقَـٰتُ رَبِّهِۦٓ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوسَىٰ

بڑھا کر پوری کیں 11 تو اس کے رب کا وعدہ پوری چالیس رات کا ہوا 12 اور موسیٰ نے

لِأَخِيهِ هَـٰرُونَ ٱخْلُفْنِى فِى قَوْمِى وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ

اپنے بھائی ہارون سے کہا میری قوم پر میرے نائب رہنا اور اصلاح کرنا 13 اور فسادیوں کی

ا۔ دریا سے مراد بحر قلزم ہے نہ کہ دریائے نیل' قلزم مکہ معظمہ اور مصر کے درمیان ایک شہر ہے۔ طور کے قریب' اس شہر سے یہ دریا گزرتا ہے اس لئے اسے قلزم کہتے ہیں یہ پار لگنا دسویں محرم جمعہ کے دن ہوا' اس لئے اس دن روزہ رکھنا سنت ہے ۲۔ یہ لوگ کنعان کی اولاد اور قبیلہ عمالقہ سے تھے۔ انہی سے جنگ کرنے کا موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا تھا۔ یہ بت گائے کی شکل کے تھے یہاں سے بنی اسرائیل کے دل میں بچھڑا پوجنے کا شوق پیدا ہوا جس کا نتیجہ بعد میں گائے پرستی کی شکل میں نمودار ہوا ۳۔ یہ عرض سارے بنی اسرائیل نے نہ کی تھی۔ کیونکہ ان میں حضرت ہارون علیہ السلام اور دیگر بزرگان دین اولیاء اللہ بھی تھے۔ بلکہ ان عوام نے کی تھی جو ابھی تک راسخ الایمان نہ ہوئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفر کا وہم و خیال کفر نہیں' ارادہ کفر' کفر ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کہنے والوں کو مرتد قرار نہ دیا ورنہ ان کو سزا دی جاتی۔ یا کم از کم کفر سے توبہ کا حکم دیا جاتا۔ ۴۔ کہ تم اتنے معجزات دیکھ کر بھی نہ سمجھ سکے کہ عبادت کے لائق اللہ کے سوا کوئی نہیں معلوم ہوا کہ انسان بہت بھولنے والا ہے۔ ۵۔ یعنی عنقریب یہ بت پرست اور ان کے بت ہمارے ہاتھوں ہلاک کئے جائیں گے۔ تم بت پرست نہیں بلکہ بت شکن ہو۔ اس میں غیب کی خبر ہے اور بعد میں وہی ہوا جو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ ۶۔ یعنی وہ خدا نہیں جو تلاش کر کے بنا لیا جائے بلکہ خدا وہ ہے جس نے تم کو اتنی بزرگی دے دی' جو اتنے احسانات کرنے پر قادر ہے وہی لائق عبادت ہے۔ ۷۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نبی کی اولاد ہونا اور نبی کی قوم ہونا فضیلت کا باعث ہے۔ بنی اسرائیل کی فضیلت کی وجہ یہ تھی کہ وہ انبیاء کی اولاد تھے۔ اسی طرح اب سید حضرات افضل ہیں بشرطیکہ مومن ہوں۔ ایمان چھوڑنے کے بعد تو سید ہی نہیں رہتا۔ خیال رہے کہ بنی اسرائیل اس وقت تمام جہانوں سے افضل تھے۔ دوسرے یہ کہ خیال کفر کفر نہیں ورنہ یہ لوگ افضل نہ رہتے ۸۔ یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ شریف میں موجود یہود سے خطاب ہے' یا اس وقت کے یہود سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معرفت یہ خطاب ہوا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ متبعین کو بھی آل کہا جاتا ہے کیونکہ فرعونی پولیس یہ عذاب دیتی تھی نہ کہ فرعون کی اولاد ۹۔ یعنی فرعون تمہاری لڑکیوں کو اس لئے زندہ چھوڑتا تھا کہ بڑی ہونے پر ان سے اپنی خدمت لے ۱۰۔ اس نجات دینے میں یا اس مصیبت میں تم پر اللہ کا فضل یا اس کی آزمائش ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ طور پر آ کر ایک ماہ روزے رکھو تب تم کو توراۃ دی جاوے گی۔ آپ نے ذیقعدہ کا سارا مہینہ روزے رکھے۔ پھر مسواک کر کے بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوئے حکم ہوا کہ تمہارے منہ سے روزے کی خوشبو نہیں آتی۔ اچھا اب دس روزے اور رکھو تاکہ پھر وہی خوشبو تمہارے منہ میں پیدا ہو۔ ایسا ہی کیا اور دسویں ذی الحجہ کو توراۃ دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ چالیس کا عدد فیضان الٰہی کے لئے بہت موزوں ہے۔ خیال رہے کہ روزے میں مسواک بالکل ممنوع ہونا اور مسواک کر لینے پر دس روزے اور رکھنا موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے۔ اس سے ہم مسواک کو منع نہیں کر سکتے اور نہ مسواک روزہ توڑتی ہے۔ ۱۱۔ اس سے صوفیاء کے چلّے کا ثبوت ہوا۔ ہمارے حضور نے بھی اولاً" چھ ماہ غار حرا میں چلّے کئے پھر حضور پر وحی آنی شروع ہوئی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ رات دن سے افضل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دن رات وہاں رہے مگر ذکر رات ہی کا ہوا ۱۲۔ واقعہ یہ ہوا کہ جب موسیٰ علیہ السلام تیس روزے رکھ چکنے کے بعد توراۃ لینے کو جانے لگے تو آپ کو اپنے دہن

ع ۱۶ ۶ ۱۷

(بقیہ صفحہ ۲۶۵) مبارک میں کچھ بو محسوس ہوئی۔ تو آپ نے مسواک کرلی۔ جب بارگاہ الٰہی میں پہنچے تو رب تعالیٰ نے فرمایا۔ موسیٰ تمہیں خبر نہیں کہ ہم کو روزہ دار کے منہ کی بو مشک سے زیادہ پسند ہے۔ اچھا اب دس روزے اور رکھیں۔ ۱۳۔ موسیٰ علیہ السلام نے طور پر تورات لینے کے لئے جاتے وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا عارضی خلیفہ بنایا۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جہاد میں جاتے وقت علی مرتضیٰ کو مدینہ میں اپنا نائب فرمایا۔ اس میں بلافصل خلافت کا ثبوت نہیں۔ کیونکہ حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے مستقل خلیفہ نہ تھے۔ بلکہ ان سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے۔

سبيل المفسدين ﴿۱۴۲﴾ ولما جاء موسى لميقاتنا

راہ کو دخل نہ دینا اور جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا

وكلمه ربه قال رب أرني أنظر إليك قال لن

اور اس سے اس کے رب نے کلام فرمایا عرض کی اے رب میرے مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں

تراني ولكن انظر إلى الجبل فإن استقر مكانه

فرمایا تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا

فسوف تراني فلما تجلى ربه للجبل جعله دكا

تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا اسے پاش پاش کر

وخر موسى صعقا فلما أفاق قال سبحانك تبت

دیا اور موسیٰ گرا بے ہوش پھر جب ہوش ہوا بولا پاکی ہے تجھے میں تیری طرف رجوع

إليك وأنا أول المؤمنين ﴿۱۴۳﴾ قال يموسى إني

لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھے

اصطفيتك على الناس برسلتي وبكلامي فخذ

لوگوں سے چن لیا اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے تو لے جو میں نے

ما آتيتك وكن من الشكرين ﴿۱۴۴﴾ وكتبنا له في

تجھے عطا فرمایا اور شکر والوں میں ہو اور ہم نے اس کے لئے

الألواح من كل شيء موعظة وتفصيلا لكل

تختیوں میں لکھ دی ہر چیز کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل اور

شيء فخذها بقوة وأمر قومك يأخذوا بأحسنها

فرمایا اے موسیٰ اسے مضبوطی سے لے اور اپنی قوم کو حکم دے کہ اس کی اچھی باتیں اختیار

سأوريكم دار الفسقين ﴿۱۴۵﴾ سأصرف عن آيتي

کریں عنقریب میں تمہیں دکھاؤں گا بے حکموں کا گھر اور میں اپنی آیتوں سے انہیں

۱۔ یعنی بعض بنی اسرائیل سرکش ہیں۔ ان کی رائے پر عمل نہ کرنا۔ ان کی اصلاح کرنا خیال رہے کہ حضرت ہارون کا خلیفہ موسیٰ علیہ السلام بننا ایسا تھا جیسا وزیر اعظم کا بادشاہ کا خلیفہ بننا۔ ورنہ ہارون علیہ السلام مستقل نبی تھے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام کے وزیر تھے۔ صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنایا۔ قوم بت پرستی میں مشغول ہو گئی۔ ہمارے حضور نے فرمایا۔ اَللّٰہُ خَلِیْفَتِیْ عَلٰی اُمَّتِیْ اس کی برکت ہے کہ آج تک مسلمان اسلام پر قائم ہیں (روح) ۲۔ موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا شوق دیدار میں تھی۔ اور بنی اسرائیل نے جو موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا تھا کہ ہم کو خدا دکھاؤ یہ سرکشی اور موسیٰ علیہ السلام پر بے اعتمادی کی بنا پر تھا۔ لہٰذا آپ کی یہ آرزو کمال پائی اور ان کی یہ آرزو باعث عتاب بنی ۳۔ کیونکہ دیدار الٰہی کا دروازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ شریف سے کھلے گا۔ جب وہ دیکھ لیں گے پھر دوسرے دیکھ سکیں گے۔ چنانچہ قیامت میں ہر مومن کو دیدار ہو گا۔ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو طور پر کلام سے اور ہمارے حضور کو اپنے دیدار سے نوازا ۴۔ یعنی رب نے اپنی صفات کی تجلیوں میں سے ایک ہلکی سی تجلی طور پر ڈالی۔ کیونکہ تجلی ذات پہاڑ پر نہ ڈالی گئی تھی اس تجلی کی حقیقت کو ہماری عقل نہیں پا سکتی۔ ۵۔ معلوم ہوا کہ نبی پر بے ہوشی طاری ہو سکتی ہے' عارضی طور پر' لہٰذا صحابہ کا طلب قرطاس کے موقعہ پر عرض کرنا اَھَجَرَ اَسْتَفْھِمُوْہُ اسی مسئلہ پر مبنی تھا۔ صحابہ کا مقصود یہ تھا کہ آیا حضور بیماری کی غشی میں یہ کلام فرما رہے ہیں' یا واقعی اس آیت سے مجذوب فقیروں کے جذب کا ثبوت بھی ہوتا ہے۔ وہ حضرات ولایت موسوی پر ہوتے ہیں۔ اور جذب کی حالت میں شرعی احکام کے مکلف نہیں رہتے۔ موسیٰ علیہ السلام نویں ذی الحجہ جمعرات سے بے ہوش ہوئے اور دسویں ذی الحجہ جمعہ کو ہوش میں آئے۔ اس مدت میں آپ نے کوئی شرعی عمل نہ فرمایا۔ جب مصری عورتیں جمال یوسفی پر فریفتہ ہو کر بے خودی میں اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں اور یہ جرم قرار نہ دیا گیا تو ان مستان جمال الٰہی کا کیا پوچھنا۔ غرضیکہ مجذوب فقیروں کے جذب کی اصل یہ آیت ہے۔ ۶۔ یعنی آئندہ ایسی آرزو نہ کروں گا۔ یہ توبہ گناہ یا خطا سے نہ تھی بلکہ اس جرأت سے تھی۔ عارفوں کی توبہ اور ہے۔ عاشقوں کی توبہ کچھ اور ۷۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ اپنے پیاروں کی ضد پوری کرتا ہے۔ اگرچہ وہ کسی ایسی چیز کی ضد کریں جو نہ ہو سکے موسیٰ علیہ السلام نے ان آنکھوں سے دیدار الٰہی کی تمنا کی جو مشکل ہے۔ رب فرماتا ہے لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ مگر رب نے ان کی ضد پوری فرمائی اور ان سے خود اقرار کرا لیا کہ آئندہ ایسی آرزو نہ کروں گا یہ حضرات رب کی مانتے ہیں' رب ان کی مانتا ہے۔ اس کی تفسیر وہ حدیث ہے لو اقسم علی اللہ لابرہ ۸۔ یعنی موجودہ لوگوں میں نبوت شریعت اور ہم کلامی رب صرف آپ کو عطا ہوئی حضرت آپ اپنی قوم میں اول مومن ہیں

(بقیہ صفحہ ۲۶۶) ہارون علیہ السلام تشریعی نبی اور صاحب کتاب نہ تھے یا یہ معنی ہیں کہ نبوت اور دنیا میں بلاواسطہ رب سے ہمکلامی آپ ہی کو دی گئی۔ ہمارے حضور نے دوسری دنیا میں جا کر رب کا دیدار اور اس سے کلام کیا۔ ۹۔ توارت شریف زبرجد کی تختیوں میں تھی جس میں احکام شرعیہ اور علوم غیبیہ سب درج تھے۔ مگر جب موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے تختیاں گر گئیں تو احکام باقی رہے اور علوم غیبیہ اٹھالئے گئے۔ رب فرماتا ہے وَاَخَذَ الْاَلْوَاحَ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ وہاں تفصیل کا ذکر نہیں۔ ۱۰۔ یعنی توارت کی ساری باتیں قبول کریں کیونکہ وہ سب اچھی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کتاب سے ہدایت نبی کی معرفت ملتی ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا۔ دَامِرَ

الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا
پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق اپنی بڑائی چاہتے ہیں ۱؎ اور اگر سب

كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ
نشانیاں دیکھیں ان پر ایمان نہ لائیں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں اس میں

لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ
چلنا پسند نہ کریں ۲؎ اور اگر گمراہی کا راستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو

سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا
موجود ہو جائیں یہ اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان

غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ
سے بے خبر بنے ۳؎ اور جنہوں نے ہماری آیتیں اور آخرت کے دربار کو جھٹلایا

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا
ان کا سب کیا دھرا اکارت گیا ۴؎ انہیں کیا بدلہ ملے گا مگر وہی جو

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ
کرتے تھے اور موسیٰ کے بعد اس کی قوم اپنے زیوروں سے ایک

حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا
بچھڑا بنا بیٹھی ۵؎ بے جان کا دھڑ گائے کی طرح آواز کرتا ۶؎ کیا نہ دیکھا کہ وہ ان سے

يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا
نہ بات کرتا ہے ۷؎ اور نہ انہیں کچھ راہ بتائے ۸؎ اسے لیا اور وہ

ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ
ظالم تھے ۹؎ اور جب پچھتائے ۱۰؎ اور سمجھے کہ ہم

قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا
بہکے بولے اگر ہمارا رب ہم پر مہر نہ کرے اور ہمیں نہ بخشے

قَوْمِكَ ۱۱۔ یعنی اب تم مصر میں جا کر فرعون کے مکانات اور منزلیں دیکھو گے' یا سفروں میں عاد و ثمود کی اجڑی ہوئی بستیوں کا نظارہ کرو گے۔

۱۔ بڑائی حق بھی ہوتی ہے اور ناحق بھی۔ جہاد میں کفار کے مقابل اپنی شان جتانا اور دکھانا حق والی بڑائی ہے۔ جو عبادت ہے۔ مسلمانوں کے مقابل شیخی مارنا ناحق بڑائی ہے جو حرام ہے۔ اولیاء اللہ انبیاء کرام کے مقابل بڑائی کفر ہے۔ اور شیطان کا طریقہ' یہاں یہی تیسری بڑائی مراد ہے۔ ۲۔ معلوم ہوا کہ غرور وہ آگ ہے جو دل کی تمام قابلیتوں کو جلا کر برباد کر دیتی ہے خصوصاً" جب کہ اللہ کے مقبولوں کے مقابل متکبر ہو۔ اللہ کی پناہ' قرآن و حدیث سے ہر کوئی ہدایت نہیں لے سکتا۔ رب فرماتا ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا تکبر ہی نے ابلیس میں حسد کی آگ بھڑکائی' اور اس کی تمام عبادات برباد کر کے رکھ دیں ۳۔ یہاں آیات سے مراد انبیاء کرام اور ان کے معجزات ہیں۔ لہٰذا آیت میں دور لازم نہیں آتا۔ یعنی چونکہ انہوں نے ہمارے نبی اور ان کے معجزات کو جھٹلایا' لہٰذا وہ کتاب اللہ کی آیات سے فائدہ حاصل نہ کر سکے اسی لئے کافر کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کرتے ہیں' قرآن پڑھا کر مسلمان نہیں کرتے۔ پہلے دل میں صاحب قرآن جلوہ گر ہوتے ہیں' پھر ہاتھ میں قرآن آتا ہے۔ ۴۔ معلوم ہوا کہ کفر سے نیکیاں برباد ہوتی ہیں' گناہ قائم رہتے ہیں۔ جیسے ایمان لانے سے گناہ مٹ جاتے ہیں اور نیکیاں قائم رہتی ہیں۔ ۵۔ چونکہ سامری نے ساری قوم کے مشورہ اور ان کی مدد سے بچھڑا بنایا تھا۔ لہٰذا ساری قوم کو بنانے والا قرار دیا گیا اور چونکہ زیور بنی اسرائیل کے قبضہ میں تھا۔ اس لئے ان کا زیور کہا گیا۔ ورنہ وہ زیور فرعون کا تھا۔ ۶۔ اس طرح کہ سامری نے اس بچھڑے کے منہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی گھوڑی کی ٹاپ کی خاک ڈالی جس سے اس میں زندگی پیدا ہو گئی۔ ۷۔ یعنی بنی اسرائیل جانتے تھے کہ رب وہ ہے جو قادر مطلق' علیم' خبیر اور ہادی ہو اور بواسطہ نبی مخلوق سے کلام فرمائے۔ پھر بھی وہ

ع ۱۷

وقف لازم

بچھڑے کو رب مان بیٹھے ۸۔ حضرت جبرئیل کی گھوڑی کی ٹاپ کی مٹی اگرچہ طیب و طاہر تھی مگر فرعونی سونا گندہ تھا۔ لہٰذا بچھڑے کی آواز سے لوگ گمراہ ہوئے۔ اسی طرح خبیث انسان کے علم سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں۔ اگر یہ سونا طیب و طاہر ہوتا تو اس کی آواز سے لوگوں کو ہدایت ملتی' گمراہ نہ ہوتے۔ قرآن و حدیث روحانی ریڈیو کی پیٹی ہے۔ اگر دل کا کنکشن حضور سے ہے تو قرآن سے ہدایت ملے گی اور اگر دل کا تعلق ابلیس سے ہے تو عالم پڑھائے گا قرآن مگر سکھائے گا طغیان۔ اللہ دل کا تعلق درست رکھے۔ جو ڈبہ انجن سے کٹ جائے اس کا کچھ کرایہ نہیں' نہ کچھ قدر و قیمت ہے۔ ۹۔ کیونکہ انہوں نے غیر خدا کی پوجا کی' بچھڑے کے سامنے ناچتے گاتے تھے۔ تفسیر روح البیان نے فرمایا کہ ناچنا گانا بجانا' ان بچھڑے کے پجاریوں کی سنت ہے صوفیاء کرام کا وجد بے اختیاری ہوتا ہے۔ جو اختیار سے یا ریا کے لئے وجد کرے

لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى

تو ہم تباہ ہوئے اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف پلٹا

قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ

غصہ میں بھرا جھنجھلایا ہوا[۱] کہا تم نے کیا بری میری جانشینی

مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ

کی میرے بعد[۲] کیا تم نے اپنے رب کے حکم سے جلدی کی اور تختیاں ڈال دیں[۳]

وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ

اور اپنے بھائی کے سر کے بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگا[۴] کہا اے میرے ماں جائے قوم نے

الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ڮ فَلَا تُشْمِتْ

مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے مار ڈالیں[۵] تو مجھ پر دشمنوں

بِيَ الْاَعْدَاۗءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾

کو نہ ہنسا اور مجھے ظالموں میں نہ ملا

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ڮ

عرض کی اے رب میرے مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے[۶] اور ہمیں اپنی رحمت کے اندر لے

وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ ع اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا

اور تو سب مہر والوں سے بڑھ کر مہر والا[۷] بیشک وہ جو بچھڑا لے

الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ

بیٹھے عنقریب انہیں ان کے رب کا غضب اور ذلت پہنچنا ہے

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾

دنیا کی زندگی میں اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں بہتان ہاروں کو[۸]

وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا

اور جنہوں نے برائیاں کیں اور ان کے بعد توبہ کی

ع ۱۸ / ۸

(بقیہ صفحہ ۲۶۷) وہ اسی سنت اسرائیلی کا عامل ہے۔ ۱۰۔ ہاتھوں کے بل گرنا کنایہ ہے شرمندہ اور نادم ہونے سے۔ یہ ہی توبہ کی حقیقت ہے کہ گزشتہ پر ندامت اور آئندہ کے لئے عہد ہو۔

۱۔ آپ کو جھنجلاہٹ اور غصہ سامری پر تھا' نہ کہ حضرت ہارون علیہ السلام پر' کیونکہ رب نے موسیٰ علیہ السلام کو پہلے سے بتا دیا تھا کہ انہیں سامری نے گمراہ کیا ہے۔ لہٰذا اس سے آپ کی بے علمی ثابت نہیں ہوتی۔ ۲۔ یہ خطاب حضرت ہارون علیہ السلام اور تمام مومنین سے ہے جو بچھڑے کی عبادت سے محفوظ رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صرف اپنے کو درست کر لینا کافی نہیں' دوسروں کو بھی ہدایت دینا ضروری ہے ۳۔ اس ڈالنے سے تختیوں کی بے حرمتی مقصود نہ تھی' بلکہ جوش غضب میں یہ ہوا۔ جیسے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی پکڑ لینا اور انہیں مارنا۔ ورنہ کتاب اللہ کی بے حرمتی اور نبی کی اہانت کفر ہے۔ اور آپ کا یہ غضب رب کے لئے تھا نہ کہ نفس کے لئے' اس سے معلوم ہوا کہ ایسی غضب کی حالت میں انسان معذور ہوتا ہے۔ بے خود پر شرعی احکام جاری نہیں ہوتے۔ مصری عورتوں نے بے خودی میں خود اپنے کو زخمی کر لیا اور کوئی گرفت نہ ہوئی ۴۔ معلوم ہوا کہ رب کے لئے غصہ کرنا سنت انبیاء ہے اور اس غصہ میں بڑے چھوٹے کا فرق اٹھ جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام رتبہ میں حضرت ہارون علیہ السلام سے بڑے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام عمر میں آپ سے بڑے تھے۔ اس کے باوجود آپ نے ان کی داڑھی پکڑ لی۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ انہوں نے تبلیغ میں کوتاہی فرمائی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ طیش میں جب انسان بے خود ہو جائے تو اس پر شرعی احکام جاری نہیں ہوتے' دیکھو موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بڑے بھائی کی توہین کرنا جو نبی تھے' توراۃ کی تختیوں کو پٹک دینا۔ چونکہ یہ سب کچھ بے خودی میں ہوا لہٰذا اس پر کوئی گرفت نہ ہوئی۔ اس سے مجذوب فقراء کے متعلق بہت سے احکام مستنبط ہو سکتے ہیں ۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب حالات نازک ہوں' اور خطرہ جان کا ہو تو تبلیغ نہ کرنا بھی جائز ہے۔ دیکھو حضرت ہارون علیہ السلام نے جب حالات بگڑتے دیکھے۔ تو گوشہ نشینی اختیار فرمائی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ رعب و دبدبہ رب کی طرف سے ہے جو کسی کسی کو ملتا ہے۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے قوم مرعوب ہوئی۔ حضرت ہارون علیہ السلام سے نہ ہوئی ۶۔ یہ دعا مغفرت امت کی تعلیم کے لئے ہے' ورنہ انبیاء کرام گناہوں سے پاک ہوتے ہیں' اس لئے اپنے بھائی کو اس میں شامل فرمایا۔ حالانکہ بظاہر ان سے کچھ کوتاہی سرزد نہ ہوئی تھی۔ اس سے پتہ لگا کہ اگر استاد یا پیر' شاگرد یا مرید کو بلاوجہ بھی مار دے تو اس پر قصاص نہیں ۷۔ یعنی ماں' باپ' بھائی' برادر سب سے بڑھ کر تو مہربان ہے۔ یہ دعا آپ نے اس لئے مانگی کہ دوسرے لوگ یہ سن کر خوش نہ ہوں کہ بھائیوں میں چل گئی اور حضرت ہارون علیہ السلام کا غم غلط ہو جائے ۸۔ چنانچہ سامری بہت ذلیل و خوار ہو کر مرا' آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہو گا۔

وَاٰمَنُوْۤا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾

اور ایمان لائے تو اس کے بعد تمہارا رب بخشنے والا مہربان ہے

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖۚ

اور جب موسیٰ کا غصہ تھما تختیاں اٹھا لیں ۱

وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ

اور ان کی تحریر میں ہدایت اور رحمت ہے ان کے لئے جو اپنے رب سے

يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا

ڈرتے ہیں ۲ اور موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر مرد ہمارے وعدہ کے

لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ

لئے چنے ۳ پھر جب انہیں زلزلے نے لیا ۴ موسیٰ نے عرض کی اے رب

شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا

میرے تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں اور مجھے ہلاک کر دیتا ۵ کیا تو ہمیں اس کام

بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ

پر ہلاک فرمائے گا جو ہمارے بے عقلوں نے کیا ۶ وہ نہیں مگر تیرا آزمانا ۷

تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ۭ اَنْتَ

تو اس سے بہکائے جسے چاہے اور راہ دکھائے جسے چاہے ۸ تو ہمارا

وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

مولا ہے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر مہر کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ

اور ہمارے لئے اس دنیا میں بھلائی لکھ ۹ اور آخرت میں

اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَيْكَ ۭ قَالَ عَذَابِيْۤ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ

بے شک ہم تیری طرف رجوع لائے ۱۰ فرمایا میرا عذاب میں جسے

ا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اتنا غصہ آیا تھا کہ حالت جذب پیدا ہو گئی تھی اور جو کچھ صادر ہوا' اسی حالت جذب میں ہوا' اس حالت کے دور ہوتے ہی ادب و احترام سے تختیاں اٹھالیں۔ معلوم ہوا کہ بے خودی میں اگر عظمت والی کتاب ہاتھ سے گر جائے تو گناہ نہ ہو گا ۲۔ معلوم ہوا کہ اب اس ڈالنے کے بعد جو آپ نے تورات کو اٹھایا' تو اس میں تفصیل کل شئی باقی نہ رہی' اٹھالی گئی۔ صرف ہدایت اور رحمت باقی رہ گئی' ورنہ جب آپ کو تورات طور پر دی گئی تھی تو اس میں تفصیل کل شئی بھی تھی جیسا کہ پچھلے صفحہ میں گزرا۔ معلوم ہوا کہ قرآن تفصیل کل شئی کے لئے آیا بھی تھا اور باقی بھی رہا' اور تورات اولاً" تفصیل تھی مگر باقی نہ رہی۔ لہٰذا آیات میں تعارض نہیں ۳۔ موسیٰ علیہ السلام پہلی بار رب سے مناجات کرنے اور تورات لینے تشریف لے گئے تھے۔ اور اس بار مجرم اور گائے کے پجاری قوم کے نمائندے بن کر معذرت فرمانے کے لئے ستر آدمیوں کو لے کر تشریف لے گئے' کیونکہ بنی اسرائیل بارہ گروہ تھے۔ ہر گروہ میں سے ٦ آدمی چنے' ٢ بڑھ گئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ مجھے ستر آدمی لانے کا حکم ہوا ہے' تم بہتر ہو گئے۔ دو صاحب یہاں ہی رہ جائیں مگر رہ جانے کے لئے کوئی راضی نہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ رہ جانے والے کو جانے والے کی طرح ہی ثواب ملے گا۔ یہ سن کر کالب اور یوشع علیہما السلام رہ گئے اور کل ستر آدمی آپ کے ہمراہ گئے۔ (روح) ۴۔ کوہ طور پر پہنچ کر موسیٰ علیہ السلام تو رب تعالیٰ سے ہمکلامی میں مشغول ہوئے اور ان ستر آدمیوں پر ایسا زلزلہ آیا کہ سب فوت ہو گئے۔ روح البیان نے فرمایا کہ یہ زلزلہ اس لئے آیا تھا کہ انہوں نے رب تعالیٰ کے دیکھنے کی آرزو کی تھی۔ خازن نے فرمایا کہ چونکہ یہ مومنین گائے کے پجاریوں سے علیحدہ نہ ہوئے تھے' ان کے ساتھ رہے تھے' اس لئے یہ زلزلہ میں گرفتار ہوئے۔ یہ ہی سیدنا ابن عباس کا قول ہے ۵۔ یعنی یہاں آنے سے پہلے بنی اسرائیل کے سامنے' تاکہ اس وقت مجھ پر ان کے قتل کی تہمت نہ لگتی۔ اب جو میں اکیلا واپس جاؤں گا تو بنی اسرائیل کہیں گے کہ موسیٰ علیہ السلام ان کو مروا آئے ہیں۔ اے مولا! میری عزت تیرے ہاتھ میں ہے ٦۔ اس میں رب تعالیٰ پر اعتراض نہیں' بلکہ اس کی بارگاہ میں دعا کرنا مقصود ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ستر آدمی بے ہوش نہ ہوئے تھے۔ بلکہ فوت ہی ہو گئے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس قصور کی وجہ سے یہ زلزلہ آیا' وہ ان سب سے صادر نہ ہوا تھا' بعض سے صادر ہوا تھا۔ یعنی دیدار الٰہی کی تمنا کرنا یا گائے کے پجاریوں کے ساتھ رہنا ۷۔ یعنی ان لوگوں کو اپنا کلام سنانا' یا ان کا پجاریوں کے پاس رہنا۔ یا ان کا یہاں فوت ہو جانا تیرا امتحان ہے۔ یعنی تیرے امتحان میں سب پاس نہیں ہوتے۔ جسے تو چاہے وہ کامیاب ہوتا ہے۔ ۸۔ اس آیت سے چند مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ بعض کے قصور کی وجہ سے کبھی بے قصوروں پر عتاب یا بلا آ جاتی ہے۔ گیہوں کے ساتھ گھن پس جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ شفاعت نبی برحق ہے جس سے دنیا و دین کی آفتیں ٹل جاتی ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سب کی یہ شفاعت فرمائی۔ جو ان کے کام آئی ۹۔ ہماری تقدیر میں دین و دنیا کی بھلائی لکھ دے یا فرشتوں کے صحیفوں میں اور کتاب لازوال میں آپ نے لکھنے کا ذکر اس لئے فرمایا کہ تحریر پختہ مانی جاتی ہے۔ دنیا کی بھلائی سے توفیق خیر اور مخلوق میں اچھا ذکر اور تمام قوموں سے اشرف بنانا مراد ہے اور آخرت کی خیر سے قیامت میں مغفرت اور اظہار شان مراد ہے۔ ۱۰۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اس سب جماعت یا ساری قوم کی طرف سے عرض کیا۔ معلوم ہوا کہ پیغمبر اپنی امت کے مختار مطلق ہوتے ہیں کہ ان کی توبہ

(بقیہ صفحہ ۲۶۹) بارگاہ الٰہی میں پیش فرماتے ہیں۔
ا۔ یعنی اے موسیٰ آپ کی دعا کچھ ترمیم کے ساتھ قبول ہوئی۔ آپ تمام قوم کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی مانگ رہے ہیں مگر آخرت کی بھلائی سب کو نہ ملے گی بعض کو ملے گی ۲۔ ہاں دنیا کی رحمت' رزق وغیرہ تمام مخلوق' مومن و کافر کو عطا ہوگی۔ اس میں موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا رد نہیں۔ بلکہ کچھ ترمیم کے ساتھ قبول فرمانا ہے ۳۔ یعنی اے موسیٰ علیہ السلام یہ شان تو امت محمدیہ کے پرہیزگاروں اور متقیوں کی ہے کہ دنیا و آخرت میں وہ میری خاص رحمتوں اور مخصوص عنایتوں میں ہوں گے

أَشَآءُ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا
چاہوں دوں ۱ اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے ۲ تو عنقریب میں نعمتوں کو

لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِينَ هُمْ
ان کے لئے لکھ دوں گا جو ڈرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ ہماری آیتوں پر

بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴿۱۵۶﴾ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ
ایمان لاتے ہیں ۳ وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے

النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا
غیب کی خبریں دینے والے کی ۴ جسے لکھا ہوا پائیں گے

عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ
اپنے پاس توریت اور انجیل میں ۵ وہ انہیں بھلائی کا

بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ
حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں

لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ
ان کے لئے حلال فرمائے گا ۶ اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے

عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ
وہ بوجھ اور گلے کے پھندے جو ان پر تھے اتارے گا ۸

فَالَّذِينَ اٰمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا
تو وہ جو اس پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں ۹ اور اسے مدد دیں اور اس نور

النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۱۵۷﴾
کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا ۱۰ وہی بامراد ہوئے ۱۱

قُلْ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ
تم فرماؤ اے لوگو ۱۲ میں تم سب کی طرف اس اللہ کا

انکے لئے یہ تمام فضائل لکھ دیئے جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے نیک اعمال تو پچھلی امتوں کو بتائے مگر ان کی بدعملیاں ظاہر نہ فرمائیں کیونکہ یہ امت اگرچہ گنہگار ہے مگر محبوب کی امت ہے ۴۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے اوصاف حمیدہ توراۃ و انجیل میں مذکور تھے۔ جس کی وجہ سے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے بنی اسرائیل جانتے پہچانتے تھے۔ بلکہ حضور کی امت' حضور کے صحابہ کے فضائل بھی ان کتب میں تفصیل وار مذکور تھے۔ اس جگہ رب نے حضور کے سات فضائل موسیٰ علیہ السلام کو سنائے۔ وہ نبی ہیں امی یعنی ماں کے شکم سے علم والے ہیں' اچھی باتوں کا حکم فرمانے والے' بری باتوں کو حرام فرمانے والے' مشکل کشا' حاجت روا' دافع البلاء' صاحب الجود و العطاء ہیں۔ جیسا کہ یضع عنہم الخ سے معلوم ہوتا ہے ۵۔ چنانچہ انجیل میں ہزارہا تبدیلیوں کے باوجود اب بھی ایسی آیتیں موجود ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبریاں ہیں۔ چنانچہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور ۱۹۳۱ء کی چھپی ہوئی یوحنا کی انجیل باب ۱۴' آیت ۱۶ میں یہ ہے اور باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا' کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔ مددگار پر حاشیہ میں ہے' وکیل یا شفیع' ظاہر ہے عیسیٰ علیہ السلام کے بعد شفیع سوا ہمارے حضور کے اور کوئی نہیں آیا۔ جن کا دین منسوخ نہیں۔ پھر ۲۹۔۳۰ آیت میں ہے۔ اس کے بعد میں تم سے بہت باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے' اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں' اس کتاب کے ۱۶ ویں باب کی ۷ آیت میں ہے لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آوے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ (خزائن العرفان) ۶۔ یعنی جو حلال و طیب چیزیں بنی اسرائیل پر ان کی نافرمانی کی وجہ سے حرام ہو گئیں تھیں وہ نبی آخر الزمان انہیں حلال فرما دیں گے۔ اور

ع ۹

خبیث و گندی چیزوں کو حرام فرمائیں گے خیال رہے کہ خدا نے صرف چند چیزوں کو حرام فرمایا سور اور مردار وغیرہ۔ باقی تمام خبائث حضور نے حرام فرمائے۔ کتا بلی وغیرہ ۷۔ یعنی وہ رسول ان خبیث و گندی چیزوں کو حرام کریں گے جن میں سے بعض پچھلی شریعتوں میں حلال تھیں۔ جیسے شراب وغیرہ' معلوم ہوا' رب نے حضور کو حرام و حلال فرمانے کا اختیار دیا۔ یہاں حرام فرمانے والا حضور کو قرار دیا۔ ۸۔ یعنی توراۃ کے سخت احکام کو نرم فرمائیں گے۔ جیسے توبہ کے لئے قتل ہونا' اور گندے کپڑے کو جلانا' گندے جسم کو کاٹ ڈالنا ۹۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی تعظیم قولاً" عملاً" ہر طرح لازم ہے بلکہ رکن ایمان ہے اور جو تعظیم حرام نہ ہو' وہ کی جائے' ثبوت کی ضرورت نہیں۔ سجدہ نہ کرو' باقی ہر طرح کی تعظیم کرو۔ ۱۰۔ یعنی قرآن و حدیث' کیونکہ حدیث بھی وحی الٰہی ہے' اس کی اتباع بھی ایسی ہی لازم ہے

(بقیہ صفحہ ۲۷۰) جیسی قرآن کی' اس لئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور کی میراث تقسیم نہ کی کہ حدیث نے یہی فرمایا تھا ۱۱۔ اس سے پتہ لگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا و آخرت میں بھلائی لکھ دینے کی دعا اپنی امت کے لئے فرمائی۔ تو رب نے فرمایا کہ یہ شان امت محمدی کی ہے۔ تمہاری امت کو نہیں مل سکتی۔ سبحان اللہ! اور ساتھ ہی حضور کے فضائل اور امت مرحومہ کے مناقب انہیں سنا دیئے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی امت پہلے بھی عالم میں مشہور تھی مگر اس امت کی نیکیاں شائع کر دی گئی تھیں اور ان کے گناہوں کا ذکر نہ کیا تھا بلکہ صحابہ کرام بھی مشہور کر دیئے گئے۔ رب فرماتا ہے۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ

جَمِيْعَا ۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ

رسول ہوں لہ کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی تہ اسی کو ہے اس کے سوائے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ

کوئی معبود نہیں جلائے اور مارے تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے

رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ

رسول بے پڑھے سہ غیب بتانے والے پر کہ اللہ اور اس کی باتوں پر ایمان لاتے ہیں سے

كَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ

اور ان کی غلامی کرو کہ تم راہ پاؤ اور موسیٰ کی

قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

قوم سے ایک گروہ ہے کہ حق کی راہ بتاتا اور اسی سے انصاف کرتا

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ۭ وَاَوْحَيْنَآ

اور ہم نے انہیں بانٹ دیا بارہ قبیلے گروہ گروہ تہ اور ہم نے وحی بھیجی

اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ

موسیٰ کو جب اس سے اس کی قوم نے پانی مانگا شہ کہ اس پتھر پر

بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ

اپنا عصا مارو تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ

عَيْنًا ۭ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ۭ وَظَلَّلْنَا

نکلے شہ ہر گروہ نے اپنا گھاٹ پہچان لیا اور ہم نے ان پر

عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۭ

ابر سائبان کیا اور ان پر من و سلویٰ اتارا ۹

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۭ وَمَا ظَلَمُوْنَا

کھاؤ ہماری دی ہوئی پاک چیزیں اور انہوں نے ہمارا کچھ

۱۲۔ اگرچہ حضور تمام مخلوق کے نبی ہیں مگر چونکہ انسان سب سے اشرف ہے باقی اس کے تابع' اس لئے صرف انسانوں کا ذکر فرمایا۔ رب فرماتا ہے لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا

۱۔ اس خطاب میں اس وقت کے موجودہ انسان اور قیامت تک ہونے والے سب داخل ہیں۔ سب پر آپ کی اطاعت واجب ہے۔ بلکہ اگر گزشتہ تمام انسان بھی داخل ہوں' تو مضائقہ نہیں کیونکہ حضور پر ایمان لانا سب پر لازم تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور کی نبوت زمان و مکان سے مقید نہیں۔ اس لئے رب نے حضور کی رسالت کا عہد انبیاء کرام سے لیا تھا۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ الخ خیال رہے کہ یہاں صرف انسانوں سے خطاب ہے۔ دوسری جگہ فرمایا گیا۔ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا. جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کا رب اللہ ہے' اس کے نبی حضور ہیں ۲۔ یعنی اللہ کی بادشاہی زمین و آسمان میں ہے' ایسے ہی میری نبوت زمین و آسمان میں ہے وزیر اعظم کی وزارت ساری مملکت میں ہوتی ہے ۳۔ یہاں ماں کے پیٹ سے عالم بغیر کسی سے پڑھے ہوئے' جہان کے معلم' امی کے معنی ہیں ماں والے' یعنی ماں کے شکم سے عالم پیدا ہونے والے' صلی اللہ علیہ وسلم ۴۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلاواسطہ رب پر ایمان لائے اور تم ان کے وسیلہ اور ان کے توسط سے ایمان لاؤ۔ معلوم ہوا کہ نفس ایمان میں ہم اور حضور میں فرق ہے۔ حضور کی اتباع کے معنی ہیں بے سوچ سمجھے ان کی اطاعت کرنی' اپنے آپ کو ان کے ہاتھ میں ایسے دے دینا جیسے مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں۔ ۵۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کے بعد ان کی بہت سی امت گمراہ ہو گئی۔ مگر ایک جماعت حق پر بھی قائم رہی۔ سیدنا عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ یہ حق پرست قوم خفیہ طور پر ان نافرمانوں سے علیحدہ ہو کر چین کے ماوراء میں آباد ہو گئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں ان سے ملاقات کی اور انہوں نے حضور کو موسیٰ علیہ السلام کا سلام پہنچایا حضور پر ایمان لائے (روح البیان) ۶۔ یہ دوسرا واقعہ ہے اور اس سے موسیٰ علیہ السلام کی ساری جماعت مراد ہے۔ نہ وہ خاص مومنین جو چین میں آباد تھے۔ چونکہ یہ یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی اولاد میں تھے' اس لئے ہر قبیلہ کو امتیاز کے لئے علیحدہ کیا گیا اور میدان تیہ میں ان کے لئے علیحدہ علیحدہ جگہ بنا دیں ۷۔ معلوم ہوا کہ اللہ کی نعمتیں اس کے محبوبوں سے مانگنا جائز ہے کہ پانی دینا رب کا کام ہے مگر بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مانگا اور رب نے اس پر اعتراض نہ کیا ۸۔ اس میں موسیٰ علیہ السلام کے بڑے معجزے کا ذکر ہے کہ لاٹھی مار کر پتھر سے بارہ چشمے مقام تیہ میں نکال دیئے۔ مگر ہمارے حضور نے انگلیوں سے پانچ چشمے جاری فرما دیئے ۹۔ من ایک میٹھا حلوہ تھا جو رات کو شبنم کی طرح جم جاتا تھا۔ چونکہ یہ نعمت بلا محنت ملتی تھی اس لئے من یعنی رب کا احسان و عطیہ کہلاتی تھی۔ اور سلویٰ قدرتی

(بقیہ صفحہ ۲۷۱) پرندوں کے نمکین کباب۔

۱۔ کہ انہوں نے منّ وسلویٰ کی قدر نہ جانی' دوسری غذائیں مانگیں نیز کچھ شکریہ ادا نہ کیا جس سے من وسلویٰ اترنا بند ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی نحوست سے اللہ کی نعمتیں چھن جاتی ہیں ۲۔ اس شہر سے مراد بیت المقدس ہے جو انبیاء کرام کا شہر ہے۔ معلوم ہوا کہ مقدس شہر میں رہنا سہنا بھی اللہ کی ایک نعمت ہے۔ مدینہ والے خوش نصیب ہیں کہ دیار محبوب میں رہتے ہیں۔ ان کے شہر میں مرنا بھی رحمت ہے۔ یہ شہر بیت المقدس یا مقام اریحا تھا۔ اریحا میں قوم جبارین رہتی

وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ

نقصان نہ کیا لیکن اپنی ہی جانوں کا برا کرتے تھے ۱؎ اور یاد کرو جب ان سے فرمایا گیا

اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ

اس شہر میں بسو ۲؎ اور اس میں جہاں چاہو کھاؤ ۳؎

وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ

اور کہو گناہ اترے اور دروازے میں سجدہ کرتے داخل ہو ہم تمہارے

لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ

گناہ بخش دیں گے ۴؎ عنقریب نیکوں کو زیادہ عطا فرمائیں گے تو ان میں کے

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ

ظالموں نے بات بدل دی ۵؎ اس کے خلاف جس کا انہیں حکم تھا

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا

تو ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا ۶؎ بدلہ ان کے

يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ وَسْــَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ

ظلم کا اور ان سے حال پوچھو اس بستی کا ۷؎ کہ دریا

حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ

کنارے تھی جب وہ ہفتے کے بارے میں حد سے بڑھتے ۸؎ جب

تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ

ہفتے کے دن ان کی مچھلیاں پانی پر تیرتی ان کے سامنے آتیں اور جو دن

لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۛ كَذٰلِكَ ۛ نَبْلُوْهُمْ بِمَا

ہفتے کا نہ ہوتا نہ آتیں اسی طرح ہم انہیں آزماتے تھے

كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ

ان کی بے حکمی کے سبب ۹؎ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا ۱۰؎

تھی۔ عمالقہ جن کا سردار عوج بن عنق تھا (روح) یعنی تم کو عام اجازت ہے کہ ان کافروں کے باغات اور کھیتیاں کھاؤ پیو۔ تم کو نہ "شرعاً" ممانعت ہو گی نہ کسی اور کی طرف سے 'کیونکہ غازی مسلمان حربی کفار کی ہلاکت کے بعد ان کے مال کھا سکتے ہیں۔ یا بیت المقدس کی ہر چیز خرید کر کھاؤ لہذا آیت پر کوئی اعتراض نہیں ۴۔ معلوم ہوا کہ بزرگوں کے شہر کی تعظیم چاہیے اور بزرگوں کے قرب سے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ گناہ بخشوانے کے لئے بزرگوں کے شہر میں جانا چاہیے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ توبہ اور عبادت بزرگوں کے شہر میں زیادہ قبول ہوتی ہے۔ کیونکہ ان سے فرمایا گیا کہ وہاں جا کر یہ کہو حطۃ یہ بنی اسرائیل بجائے حطۃ کے حنطۃ کہتے ہوئے شہر میں گئے جس کے معنی ہیں گندم دے۔ مغفرت مانگنے کا حکم تھا۔ گندم مانگتے گئے۔ ۵۔ معلوم ہوا کہ وظیفے کے الفاظ نہ بدلے جائیں۔ ورنہ اثر نہ ہو گا۔ جس طرح شیخ سے وظیفہ پہنچے۔ اسی طرح پڑھا جائے۔ ۶۔ وہ عذاب طاعون کی وبا تھی جس سے ایک ساعت میں چوبیس ہزار اسرائیلی فوت ہو گئے۔ اب یہ طاعون مسلمانوں کے لئے رحمت ہے جو کوئی صابر ہو کر اس سے مرے وہ شہید ہے' جہاں طاعون ہو وہاں نہ جاؤ۔ اور اگر تمہاری جگہ پر طاعون آ جائے تو نہ بھاگو جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ ۷۔ وہ بستی شہر ایلہ تھی جو مدین اور طور کے درمیان دریا کے کنارے پر واقع تھی۔ یا طبریہ شام یا خود مدین تھی۔ بہرحال یہ بڑا شہر تھا۔ عربی میں شہر کو بھی قریہ کہہ دیتے ہیں۔ ان کا گزارہ مچھلیوں پر تھا اور ہفتہ کے دن شکار کرنا ان پر حرام تھا۔ قدرت خدا ہفتہ کو مچھلیاں بہت نمودار ہوتیں۔ آگے پیچھے بہت کم۔ ان سے صبر نہ ہو سکا اور بہت سے آدمی ہفتہ کو شکار کر بیٹھے جس سے ان پر عذاب آ گیا۔ ۸۔ جیسے اسلام میں جمعہ عظمت والا دن ہے ایسے ہی یہودیوں کے نزدیک ہفتہ معظم دن تھا۔ اس دن ان پر شکار اور دنیاوی کاروبار حرام تھے۔ اسلام میں صرف جمعہ کی اذان سے نماز تک فقط ان لوگوں پر کاروبار حرام ہے جن پر نماز جمعہ فرض ہے۔ مسلمانوں پر اللہ کی خاص رحمت ہے۔ ۹۔ ایلہ والے تین گروہ ہو گئے۔ ایک وہ جنہوں نے ہفتہ کو شکار کر لیا۔ دوسرے وہ جو ان سے علیحدہ ہو گئے۔ اور انہیں بہت منع کیا یہاں تک کہ علیحدہ محلہ میں چلے گئے اور درمیان میں دیوار بنالی۔ تیسرے وہ جنہوں نے خاموشی اختیار کی۔ نہ شکار کیا نہ کرنے والوں کو منع کیا۔ ۱۰۔ یہ تیسرے گروہ کا ذکر ہے جنہوں نے خاموشی اختیار کی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ اس پر بالکل راضی نہ تھے بلکہ ان سے مایوس تھے اس لئے غالب یہ ہے کہ یہ لوگ بھی نجات پا گئے کیونکہ کفر سے راضی ہونا کفر ہے۔

لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ
کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جنہیں اللہ ہلاک کرنے والا ہے یا انہیں سخت
عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَ
عذاب دینے والا لہ بولے تمہارے رب کے حضور معذرت کو اور شاید انہیں
لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ
ڈر ہو پھر جب بھلا بیٹھے جو نصیحت انہیں ہوئی تھی
اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ
ہم نے بچا لیے وہ جو برائی سے منع کرتے تھے لہ اور ظالموں کو برے
ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَئِيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾
عذاب میں پکڑا تہ بدلہ ان کی نافرمانی کا

فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً
پھر جب انہوں نے ممانعت کے حکم سے سرکشی کی ہم نے ان سے فرمایا ہو جاؤ بندر
خٰسِئِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى
دھتکارے ہوئے ته اور جب تمہارے رب نے حکم سنا دیا کہ ضرور قیامت کے دن تک
يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ
ان پر ایسے کو بھیجتا رہوں گا ھ جو انہیں بری مار چکھائے تہ بیشک
رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾
تمہارا رب ضرور جلد عذاب والا ہے ثہ اور بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے
وَقَطَّعْنٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ
اور انہیں ہم نے زمین میں متفرق کر دیا گروہ گروہ ثہ ان میں کچھ نیک ہیں
وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ؗ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ
اور کچھ اور طرح کے ؎ اور ہم نے انہیں بھلائیوں اور برائیوں سے آزمایا نہ

ا۔ معلوم ہوا کہ جس کے ایمان کی امید نہ رہے اسے تبلیغ نہ کرنا' اس سے کنارہ کشی کر لینا بھی جرم نہیں ہے لیکن تبلیغ کرنا بہتر ہے۔ ۲۔ تیسری جماعت یعنی کنارہ کشی کرنے والوں کا ذکر نہ ہوا۔ ظاہر یہ ہے کہ وہ بھی نجات پا گئے کیونکہ پکڑ صرف ظالموں کی ہوئی اور وہ ظالموں سے نہ تھے اور نہ ظالموں سے راضی ۳۔ اس طرح کہ داؤد علیہ السلام نے انہیں بددعا دی اور وہ رات کو اپنے گھروں میں گئے اور تمام بندر بن گئے۔ صبح کو جب نکلے تو مومنین تحقیقات کے لئے دیوار پر چڑھے۔ دیکھا وہاں بندر بھرے ہیں۔ اس طرف کو دے وہ بندر ان کے پاس جمع ہو گئے۔ ہر ایک کو پہچانتے اور روتے تھے مگر بات نہ کر سکتے تھے۔ تیسرے دن سب ہلاک ہو گئے۔ یہ موجودہ بندر ان کی نسل سے نہیں کیونکہ مسخ شدہ قوم کی نسل نہیں چلتی ۴۔ اس طرح کہ ان کی شکلیں تو بندروں کی سی ہو گئیں مگر نفس ناطقہ اور روح انسانی ہی رہی۔ لہٰذا اس سے آریہ آواگون کے مسئلہ پر دلیل نہیں پکڑ سکتے کیونکہ آواگون میں روح اور نفس میں تبدیلی ماننی پڑتی ہے۔ روح کی تبدیلی ناممکن ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا سانپ بن جانا' بعض قوموں کا سور بن جانا اسی قبیل سے ہے ۵۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہود پر بخت نصر' سنجاریب' اور رومی عیسائی بادشاہوں کو مسلط فرمایا' جو اپنے اپنے زمانوں میں یہود کو سخت ایذائیں پہنچاتے رہے۔ پھر مسلمان سلاطین ان پر مقرر ہوئے۔ پھر انگریزوں کی غلامی میں رہے اور اب اگرچہ فلسطین میں یہود کی سلطنت قائم ہو گئی ہے مگر انشاء اللہ یہ سلطنت عارضی ہو گی اور یہ سلطنت کسی بڑی ذلت کا پیش خیمہ ہو گی۔ جیسے کسی کمزور کو کسی پہلوان کے مقابل اکھاڑے میں کھڑا کر دیا جائے تاکہ شکست کا مزہ اور ذلت کا لطف اٹھائے۔ ۶۔ یعنی وقتاً فوقتاً یہود پر قیامت تک سختی کرنے والے بادشاہ اور حکام مقرر ہوتے رہیں گے جو انہیں ایذائیں پہنچاتے رہیں گے اس سے پتہ لگا کہ کبھی آباؤ اجداد کے گناہ کا نتیجہ اولاد کو بھی دیکھنا پڑتا ہے۔ خصوصاً جب یہ اولاد ان کی ایسی حرکات سے راضی ہو۔ کیونکہ شکار تو خاص جماعت نے کیا تھا اور تاقیامت ان کی اولاد پر یہ عذاب آتا رہے گا ۷۔ یعنی یہود پر رب تعالیٰ کا عذاب اس کے علاوہ ہو گا جو بوقت موت اور قبر و حشر میں ان پر مسلط ہو گا۔ ۸۔ یعنی انہیں دنیا میں یکجا نہ رکھا بلکہ انہیں بکھیر دیا۔ یہ بھی خدا کا عذاب تھا' کیونکہ قوم کا بکھر جانا اس کی طاقت کو ختم کر دیتا ہے۔ نیز ان کی جماعتیں متفرق کر دیں کہ ہمیشہ ان کا آپس میں دھول جوتا ہوتا رہا۔ ۹۔ یعنی اے محبوب! موجودہ یہودیوں میں کچھ نیک بھی ہیں جیسے عبداللہ بن سلام اور کعب احبار وغیرہ جو آپ پر ایمان لائے۔ اور کچھ خراب ہیں۔ جو برابر دین بدلنے پر ڈٹے ہوئے جیسے موجودہ عام یہودی ۱۰۔ اس طرح کہ کبھی ان پر ارزانی' تندرستی' عزت دنیاوی کے دروازے کھول دیئے اور کبھی ان پر قحط' بیماریاں' مصیبتوں' ذلتوں کو مسلط کر دیا۔ کیونکہ بعض تو مصیبت میں رب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بعض راحتوں میں۔

ا۔ یعنی حضور کے زمانے میں موجودہ یہودی (مدارک) جنہوں نے تورات کا علم حاصل کر کے غلط استعمال کیا۔ ۲۔ یعنی رشوت لے کر شریعت کا حکم بدل دیتے تھے، جھوٹے فتویٰ دیتے تھے۔ لہٰذا' قرآن چھاپ کر فروخت کرنا۔ تعلیم قرآن پر اجرت لینا' اس سے علیحدہ ہے ۳۔ معلوم ہوا کہ رب پر امن کفر ہے۔ اس سے امید ایمان ہے۔ یہ رب پر امن تھی امید میں انسان گناہوں سے توبہ کرلیتا ہے۔ امن میں اور زیادہ گناہ کرتا ہے۔ خیال رہے کہ یہ سمجھ کر گناہ کرنا کہ کل توبہ کرلیں گے' یہ بھی رب پر امن کی ایک قسم ہے ۴۔ یہود میں کوئی قاضی ایسا نہ تھا جو رشوت نہ لیتا تھا' دوسرے اسے ملامت کرتے تھے۔ مگر جب وہ قاضی مرجاتا اور یہ ملامت کرنے

لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ

کہ وہ رجوع لائیں پھر انکی جگہ کے بعد وہ ناخلف آئے ۱ کہ

وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى

کتاب کے وارث ہوئے اس دنیا کا مال لیتے ہیں ۲ اور کہتے ہیں

وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ

کہ اب ہماری بخشش ہوگی ۳ اور اگر ویسا ہی مال ان کے پاس اور آئے

يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ

تو لے لیں ۴ کیا ان پر کتاب میں عہد نہ لیا گیا

اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا

کہ اللہ کی طرف نسبت نہ کریں مگر حق ۵ اور انہوں نے اسے

فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ

پڑھا اور بے شک پچھلا گھر بہتر ہے پرہیزگاروں کو

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ

تو کیا تمہیں عقل نہیں ۶ اور وہ جو کتاب کو مضبوط تھامتے ہیں ۷ اور

اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾

انہوں نے نماز قائم رکھی ہم نیکوں کا نیگ نہیں گنواتے

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا

اور جب ہم نے پہاڑ ان پر اٹھایا ۸ گویا وہ سائبان ہے اور سمجھے

اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا

کہ وہ ان پر گر پڑے گا ۹ لو جو ہم نے تمہیں دیا زور سے اور یاد کرو

مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ ع وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ

جو اس میں ہے کہ کہیں تم پرہیزگار ہو ۱۰ اور اے محبوب یاد کرو جب تمہارے

والے خود قاضی مقرر ہوتے تو یہ بھی رشوت لینی شروع کر دیتے ۵۔ یعنی تورات میں ان بدنصیبوں نے پڑھا ہے کہ گناہ پر قائم رہنے والے کو نہ بخشا جائے گا یہ جانتے ہوئے وہ رشوت خوری پر قائم ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ گناہ بھی بخش دیا جائے گا۔ یہ دیدہ دانستہ رب پر تہمت ہے۔ خیال رہے کہ ہر صغیرہ گناہ ہمیشہ کرنے سے کبیرہ بن جاتا ہے۔ رب فرماتا ہے وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا اس سے معلوم ہوا کہ عالم کا گناہ بمقابلہ جاہل کے زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ اکثر عالم گناہ کر کے اسے جائز ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ نیز عالم کے پیرو کار اس گناہ میں بھی عالم کی پیروی کرتے ہیں ۶۔ معلوم ہوا کہ موت' قبر' حشر' پلصراط اور تمام آئندہ حالات نیک کاروں کے لئے اللہ کی رحمت ہیں اور بدکاروں کے لئے رب کا عذاب۔ ۷۔ شان نزول۔ یہ آیت سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان جیسے علماء یہود کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے تورات کو نہ بدلا نہ چھپایا۔ اس کی بدولت وہ حضور پر ایمان لائے۔ اور جلیل القدر صحابی ہوئے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ۸۔ جبریل علیہ السلام نے وہ پہاڑ اکھیڑ کر ان پر سائبان کی طرح لاکھڑا کیا۔ مگر چونکہ رب تعالیٰ کے محبوب بندوں کا کام رب کا کام ہے لہٰذا فرمایا گیا کہ ہم نے اکھیڑا ۹۔ یہ دیکھ کر سب اسرائیلی سجدے میں گر گئے' مگر اس طرح کہ دایاں رخسارہ زمین پر رکھا اور بائیں آنکھ سے پہاڑ کو دیکھ رہے تھے کہ کہیں گر نہ جائے چنانچہ یہود اب تک ایسے ہی سجدہ کرتے ہیں۔ پیشانی زمین پر نہیں رکھتے (خزائن العرفان) ۱۰۔ جب پوری تورات ایک دم موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے پاس لائے تو وہ اس کی پابندیاں دیکھ کر گھبرا گئے۔ اور قبول سے انکار کردیا۔ تب ان پر طور یا فلسطین کا کوئی پہاڑ جس کا سایہ ایک کوس میں تھا' جڑ سے اکھیڑ کر ان پر سائبان کی طرح کردیا گیا اور کہا گیا کہ قبول کرو ورنہ تم پر گرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کا ۲۳ سال میں آہستہ آہستہ اترنا بھی اللہ کی رحمت ہے اس طرح عمل آسان ہوا۔ آزاد طبیعت ایک دم سارے احکام کی پابندی نہیں کرسکتی۔

ع ۲۱ / ۹

بَنِیْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ اَشْهَدَهُمْ

رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر

عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا

گواہ کیا کیا میں تمہارا رب نہیں سب بولے کیوں نہیں ہم گواہ ہوئے

اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۷۲﴾

کہ کہیں قیامت کے دن کہو کہ ہمیں اس کی خبر نہ تھی

اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا ذُرِّیَّةً

یا کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے باپ دادا نے کیا اور ہم ان کے

مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾

بعد بچے ہوئے تو کیا تو ہمیں اس پر ہلاک فرمائے گا جو اہل باطل نے کیا

وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾

اور ہم اسی طرح آیتیں رنگ رنگ سے بیان کرتے ہیں اور اس لئے کہ کہیں وہ پھر آئیں

وَ اتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْۤ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ

اور اے محبوب انہیں اس کا احوال سناؤ جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے

مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَ لَوْ

صاف نکل گیا تو شیطان اس کے پیچھے لگا تو گمراہوں میں ہو گیا اور ہم

شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ

چاہتے تو آیتوں کے سبب اسے اٹھا لیتے مگر وہ تو زمین پکڑ گیا

وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ

اور اپنی خواہش کا تابع ہوا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو

یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ یَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ

زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے یہ حال ہے ان کا جنہوں نے ہماری

۱۔ اس طرح کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد اور اولاد کی پشت سے ان کی اولاد اس طرح قیامت تک ہونے والے لوگ چیونٹیوں کی شکل میں پھیلائے گئے۔ ۲۔ یعنی بعض کو بعض پر گواہ بنایا' اس طرح کہ اولاً'' ان کے دلوں میں توحید کے دلائل قائم فرمائے جس سے انہوں نے توحید کا اقرار کیا۔ پھر ایک دوسرے کو اس پر گواہ بنا لیا گیا ۳۔ یہ عہد و میثاق عام روحوں سے لیا گیا۔ جن میں انبیاء' اولیاء' مومنین' کفار' منافقین سب ہی تھے۔ سب سے پہلے بلٰی ہمارے حضور کی روح انور نے کہا۔ حضور سے سن کر تمام نبیوں کی روحوں نے بلٰی کہا۔ انبیاء سے سن کر دیگر مخلوق نے' مگر کفار نے مجبوراً'' کہا' مومنین نے خوشی سے ۴۔ یعنی توحید اور دلائل توحید کی' رب نے یہاں اقرار لے لیا۔ پھر انبیاء کے ذریعے تمہیں اس اقرار کی خبر دی جاوے گی۔ جیسے ماں اپنے بچے کو اس کے لڑکپن کی بھولی ہوئی باتیں سناتی ہے تو بچہ مان لیتا ہے۔ ایسے ہی پیغمبر نے ہم کو ہمارا بھولا ہوا عہد یاد دلایا۔ ماننا چاہیے لہٰذا تم یہ نہ کہہ سکو گے کہ ہم کو اس کی خبر نہ تھی۔ یہ اقرار منہ بند کرنے کو ہے ۵۔ یعنی اس عہد و اقرار کے بعد تم اب یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم کفر و شرک میں اس لئے بے قصور ہیں کہ ہمارے باپ دادا مشرک تھے' ہم ان کی وجہ سے مشرک ہوئے۔ قصور اس میں ان کا ہے نہ کہ ہمارا اس سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام میں بے علمی معتبر نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ محض تقلید سے دین اختیار نہ کرنا چاہیے۔ ۶۔ یعنی چونکہ قرآن کریم تمام لوگوں کی ہدایت کے لئے آیا ہے۔ اور لوگوں میں سے بعض ڈر سے' بعض لالچ سے بعض دلائل سے مانتے ہیں۔ لہٰذا اس قرآن کریم میں ہر طرح کی آیات مذکور ہیں۔ کہ جو جس چیز سے مان سکے مان لے ۷۔ یعنی بلعم بن باعورا جو بنی اسرائیل کا بڑا عالم و عابد تھا' معلوم ہوا کہ علم سے ایمان نہیں ملتا۔ ایمان رب کے فضل سے ملتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ایمان کا ملنا اور ہے اور ایمان کا سنبھالنا کچھ اور' اللہ ایمان پر قائم رکھے۔ آمین! ۸۔ معلوم ہوا کہ جو نبی کی غلامی سے نکل جاوے وہ اللہ کی کتاب' اللہ کی رحمت' اللہ کے فضل' ایمان و عرفان غرضیکہ سب سے نکل جاتا ہے۔ بلعم نے یوشع علیہ السلام پر بددعا کرنی چاہی تو تمام چیزوں سے نکال دیا گیا۔ ۹۔ بلعم بن باعورا بنی اسرائیل کا بڑا عالم و عابد تھا' اسم اعظم جانتا تھا' مقبول الدعاء تھا' جبارین کی بستی میں رہتا تھا۔ جب یوشع علیہ السلام نے اس بستی پر حملہ کیا تو قوم جبارین کی ایک جماعت اس کے پاس آئی اور بولی کہ ہم تیرے پڑوسی ہیں۔ ہمارے لئے دعا اور یوشع علیہ السلام کے لئے بددعا کر۔ اولاً'' تو اس نے انکار کیا مگر قوم کے تحفے اور بیوی کی ضد کی وجہ سے پہاڑ پر جا کر بددعا کرنے لگا۔ تو اس کے منہ سے بددعا میں بجائے یوشع علیہ السلام کے اپنی قوم کا نام نکلتا تھا۔ پھر اس کی زبان نکل پڑی' سینے تک آ گئی اور وہ کتے کی طرح ہانپنے لگا۔ اسی حالت میں ہلاک ہو گیا ۱۰۔ معلوم ہوا کہ محض قرآن جاننے' قرآن پڑھنے سے بلندی نہیں ملتی۔ یہ تو اللہ کے فضل و کرم سے ملتی ہے۔ منافقین بھی قرآن کریم پڑھتے تھے۔ دیکھو رب نے فرمایا کہ اگر ہم چاہتے تو تورات شریف کی آیتوں کی وجہ سے اس کو بلندی بخشتے۔ ۱۱۔ علماء کو نفسانی خواہش کا تابع نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ربانی عالم بنائے' شیطانی یا نفسانی عالم نہ بنائے کہ حضور سے عداوت رکھ کر لوگوں کو قرآن سناتا پھرے۔ ۱۲۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کا گستاخ عالم کتے کی مثل ہے رب کے نزدیک کہ نہ دنیا میں عزت نصیب ہو' نہ آخرت میں۔ کیونکہ بلعم بن باعورا رب کا منکر نہ ہوا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام اور یوشع علیہ السلام کا مخالف ہو گیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتا بنا کر ہلاک کیا گیا۔ علم وہی نافع ہے جو ایمان کا ذریعہ ہو۔

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾

آیتیں جھٹلائیں تو تم نصیحت سناؤ کہ کہیں وہ دھیان کریں ۱

سَآءَ مَثَلَا ۨالْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ

کیا بری کہاوت ہے ان کی جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور اپنی ہی جان

كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ

کا برا کرتے تھے جسے اللہ راہ دکھائے تو وہی راہ پر ہے

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ

اور جسے گمراہ کرے تو وہی نقصان میں رہے ۲ اور بیشک

ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ

ہم نے جہنم کے لئے پیدا کئے بہت جن ۳ اور آدمی وہ دل رکھتے ہیں

لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۖ وَ

جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور

لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ

وہ کان جن سے سنتے نہیں ۴ وہ چوپایوں کی طرح ہیں

بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ

بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ ۵ وہی غفلت میں پڑے ہیں اور اللہ ہی کے ہیں بہت

الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۠ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ

اچھے نام ۶ تو اسے ان سے پکارو اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں

فِيْٓ اَسْمَآىِٕهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَمِمَّنْ

حق سے نکلتے ہیں ۷ وہ جلد اپنا کیا پائیں گے ۸ اور ہمارے

خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾

بنائے ہوؤں میں ایک گروہ وہ ہے کہ حق بتائیں اور اس پر انصاف کریں ۹

ع ۲۲ ۱۲

۱۔ یعنی تاقیامت نبی کے دشمن آیات الٰہیہ کے منکروں کا حال ان کتوں کا سا ہوگا۔ یہ نہ سمجھو کہ بلعم بن باعورا ایک ہی تھا جو مرگیا تھا' بلکہ تاقیامت ایسے بلعم ہوتے رہیں گے۔ ۲۔ معلوم ہوا کہ عقل اور علم جب ہی درست کام کرتے ہیں جب اللہ کا فضل شامل حال ہو۔ شیطان کا علم و عقل اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہوا کہ فضل شامل حال نہ تھا۔ رب کے گمراہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ انسان کے اپنے ارادے کی وجہ سے رب اس میں گمراہی پیدا کردے۔ جیسے قتل کے وقت رب تعالیٰ مقتول میں موت پیدا فرما دیتا ہے۔ لہٰذا اس گمراہی میں بندہ مجرم ہے۔ جیسے قتل میں قاتل سزا کا مستحق ہے ۳۔ معلوم ہوا کہ کافر جن جہنم میں جائیں گے۔ لیکن ان کے جنت میں جانے کی کوئی صریح آیت نہیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ نیک جن جانوروں کی طرح مٹی بنادیئے جائیں گے۔ ان کا ثواب یہی ہے کہ عذاب سے بچ جاویں ۴۔ معلوم ہوا کہ جو زبان حمد الٰہی و نعت پیغمبر نہ بولے' وہ گونگی ہے۔ جو کان اللہ کا کلام نہ سنیں۔ وہ بہرے ہیں۔ جو آنکھ اس کی دلیلیں نہ دیکھے وہ اندھی ہے کیونکہ اپنے مقصود پیدائش کو ادا نہیں کرتی یہ بھی معلوم ہوا کہ جن و انس میں ہدایت پر کم ہیں اور گمراہ زیادہ۔ اسی لئے قیامت میں آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ اپنی اولاد میں سے فی ہزار ایک جنت کا حصہ نکالو اور ۹۹۹ دوزخ کا حصہ ۵۔ معلوم ہوا کہ انسان اگر ٹھیک رہے تو فرشتوں سے بڑھ جاوے۔ اور اگر الٹا چلے تو جانوروں سے بھی بدتر ہو جاوے کہ جانور تو اپنے برے بھلے کو جانتا ہے۔ یہ نہیں جانتا۔ کتا سونگھ کر منہ ڈالتا ہے مگر یہ انسان بغیر تحقیق ہی حرام حلال سب کھا جاتا ہے ۶۔ شان نزول۔ ابوجہل کہتا تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ اللہ ایک ہے اور وہ اللہ اور رحمان دو کو پکارتے ہیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت اتری۔ حدیث شریف میں ہے' کہ اللہ کے ۹۹ نام ہیں جس نے انہیں یاد کرلیا جنتی ہوگیا۔ خیال رہے کہ رب کے نام اور حضور کے نام ایک ہزار ہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے' کہ ان ناموں کو یاد کرنا جنتی ہونے کا ذریعہ ہے۔ یہ مطلب نہیں' کہ اس کے صرف ننانوے نام ہیں ۷۔ خیال رہے کہ خدا اللہ تعالیٰ کا نام نہیں ہے بلکہ مالک کا ترجمہ ہے۔ گویا اس کا ایک وصف ہے۔ لہٰذا اسے خدا تو کہہ سکتے ہیں مگر رام یا پربھو نہیں کہہ سکتے۔ جیسے ستار کا ترجمہ پردہ پوش کرلیا جاوے۔ ۸۔ اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کو ایسے ناموں سے یاد کرنا جو اس کی شان کے لائق نہ ہوں' یا جن کے ایک معنی تو اچھے ہوں' دوسرے برے' ناجائز ہے۔ اسے میاں نہ کہو' رام' کرشن' وغیرہ ناموں سے نہ پکارو' حق یہ ہے کہ رب تعالیٰ کے نام توقیفی ہیں۔ یعنی شریعت سے ہی معلوم ہو سکتے ہیں ۹۔ اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ انشاء اللہ ہمیشہ حق پرستوں کی جماعت دنیا میں رہے گی۔ دوسرے یہ کہ اہل حق جس مسئلہ پر اجماع کرلیں' وہ حق اور یقیناً" درست ہے۔ تیسرے یہ کہ اہل حق کو اہل باطل انشاء اللہ نقصان نہ پہنچا سکیں گے' جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ
اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں جلد ہم انہیں آہستہ آہستہ عذاب کی طرف لے جائیں گے

لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٢﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۚ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿١٨٣﴾
جہاں سے انہیں خبر نہ ہوگی اور میں انہیں ڈھیل دوں گا بیشک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ٚ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا
۱ کیا سوچتے نہیں کہ ان کے صاحب کو جنون سے کچھ علاقہ نہیں وہ تو صاف ڈر

نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٨٤﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ
سنانے والے ہیں کیا انہوں نے نگاہ نہ کی آسمانوں اور زمین کی

وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰۤى اَنْ
سلطنت میں ۳ اور جو جو چیز اللہ نے بنائی ۴ اور یہ کہ شاید ان کا

يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ

وعدہ نزدیک آگیا ہو ۵ تو اس کے بعد کون سی بات پر یقین

يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٨٥﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَ
لائیں گے ۶ جسے اللہ گمراہ کرے ۷ اسے کوئی راہ دکھانے والا نہیں اور

يَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١٨٦﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ
انہیں چھوڑتا ہے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکا کریں ۸ تم سے قیامت کو

السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ
پوچھتے ہیں کہ وہ کب کو ٹھہری ہے ۹ تم فرماؤ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے ۱۰

لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؔۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ
اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا ۱۱ بھاری پڑ رہی ہے آسمانوں

وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ
اور زمین میں ۱۲ تم پر نہ آئے گی مگر اچانک ۱۳ تم سے ایسا پوچھتے ہیں گویا

۱۔ معلوم ہوا کہ بدکار کو دنیا کی نعمتیں ملنا رب کی ڈھیل ہے۔ جس سے اس کی سرکشی اور بڑھ جاتی ہے ۲۔ معلوم ہوا کہ نبی مجنون' گونگے بہرے نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ حضرات تبلیغ کرنے دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔ اور یہ عیوب تبلیغ میں حارج ہیں موسیٰ علیہ السلام پر دیدار جمال الٰہی سے عارضی غشی ایسی طاری ہوئی تھی جیسے رات کو نیند' قادیانی مرزا نے خود لکھا ہے کہ مجھے مراق ہے مراق جنون کی ایک قسم ہے لہٰذا وہ اپنی تحریر سے خود ہی دعوئ نبوت میں جھوٹا ہے ۳۔ یہاں نظر سے مراد یا تو بصارت سے دیکھنا ہے یا بصیرت سے غور کرنا ہے اور ملکوت اس تکوینی ملکیت کو کہتے ہیں جو اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں' اس لئے دنیاوی بادشاہوں کو ملک کا مالک کہہ دیتے ہیں۔ مگر ملکوت کا مالک نہیں کہتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علم ہیئت و سائنس پڑھنا ثواب ہے۔ اگر اس کو معرفت الٰہی کا ذریعہ بنایا جائے' یہ بھی پتہ لگا کہ جیسے نماز و روزہ وغیرہ عبادات ادا کرنے چاہئیں ایسے ہی عالم کی چیزوں میں غور و فکر بھی کرنا چاہیے کہ اس سے معرفت الٰہی نصیب ہوتی ہے اسی لئے رب تعالیٰ نے اس کا جگہ جگہ قرآن کریم میں حکم دیا۔ ۴۔ آسمان و زمین کے علاوہ اور تمام مخلوق میں جہاں تک ہمارے علم کی رسائی ہے' جیسے چاند' تارے' نباتات' پہاڑ' درخت وغیرہ بلکہ خود ہماری ہستی ۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان ہر وقت کو اپنا آخری وقت سمجھے' اور کسی نیکی کو آئندہ کے لئے نہ چھوڑے۔ لمبی امیدیں کفار کی غفلت ہے ۶۔ معلوم ہوا کہ قرآن آخری کتاب ہے اور حضور آخری نبی' جسے حضور سے یا قرآن سے ایمان نہ ملا اسے کہیں سے نہیں مل سکتا۔ جو حضور کے دروازے سے محروم ہے' وہ رب ہی کے گھر سے محروم ہے ۷۔ اس طرح کہ اس کی گمراہی اللہ کے علم میں آچکی ہو یا اس کی بدکاریوں کے باعث رب نے گمراہی کی مہر اس کے دل پر کردی ہو' وہ ہدایت پر نہیں آسکتا' اور جس کی گمراہی عارضی ہو' وہ صحبت نیک وغیرہ سے ہدایت پر آجاتا ہے۔ جیسے کوئلہ سفید نہیں ہو سکتا مگر عارضی سیاہی دھل سکتی ہے ۸۔ معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کا کسی بندے کو چھوڑ کر اس سے بے پرواہ ہو جانا عذاب ہے کہ بندہ کفر و شرک طغیانی کرتا رہے کوئی پکڑ نہ ہو اور بندہ کی معمولی بات پر گرفت ہو جانا' اس کی رحمت ہے۔ آدم علیہ السلام کی ایک بے قصد خطا پر گرفت فرمائی۔ یہ اس کا کرم خاص تھا۔ ۹۔ شان نزول۔ ایک بار یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ فرمائیں قیامت کب آئے گی۔ ہم کو قیامت کی تاریخ کا پتہ ہے۔ ان کی تردید میں یہ آیت آئی (روح' خزائن) یہود نے حضور کا امتحان لینے کی غرض سے یہ جھوٹ بولا تھا کہ ہمیں اس کی خبر ہے ۱۰۔ اس آیت میں قیامت کا علم حضور کو دینے کا انکار نہیں۔ بلکہ اس سے سکوت ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رب نے حضور کو قیامت کا علم دیا۔ خود فرماتے ہیں کہ میں اور قیامت ان دو ملی ہوئی انگلیوں کی طرح ہیں اور فرمایا کہ قیامت جمعہ کو ہوگی۔ ہزارہا نشانیاں قیامت کی ارشاد فرمائیں۔ اسی لئے رب نے یہاں فرمایا۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ یہ نہ فرمایا کہ تم نہیں جانتے ۱۱۔ لہٰذا قیامت آنے سے پہلے اس کا ظاہر فرما دینا میرے واسطے منع ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضور کو قیامت کا علم تو ہے' اظہار کی اجازت نہیں ۱۲۔ یعنی قیامت آسمانوں زمینوں والوں پر بھاری ہے کہ تمام فرشتے اور ایماندار' جن و انس اور تمام جانور اس کے خوف سے لرز رہے ہیں۔ ۱۳۔ یعنی ارادہ الٰہی یہ ہے کہ قیامت اچانک آئے۔ اگر میں اس کا وقت بتادوں تو اچانک نہ رہے گی لہٰذا اس کی خبر دینا ارادہ الٰہی کے خلاف ہے۔ اس میں خبر دینے کی نفی ہے۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا

(بقیہ صفحہ ۲۷۷) کہ قیامت تم پر اچانک آوے گی۔ نہ کہ مجھ پر مجھے تو خبر ہے اور خطاب نوع انسان سے ہے

ا۔ یعنی تمہیں قیامت کا علم تحقیقی و استدلالی نہیں دیا گیا بلکہ علم لدنی روحانی بخشا گیا۔ علوم حقیہ کی مطلقاً" اشاعت کی جا سکتی ہے لیکن علم لدنی کا اظہار ضروری نہیں۔ شریعت کو ظاہر کرو' اسرار کو چھپاؤ۔ اس لئے یہاں حفی فرمایا علیم نہ فرمایا۔ تفسیر صاوی میں اس جگہ ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کو تمام علوم غیبیہ عطا فرمائے لیکن بعض کے چھپانے کا حکم دیا ۲۔ کسی کو انکل' قیاس' اندازے اور علوم عقلیہ سے معلوم نہیں ہو سکتی جسے رب بتائے اس کو ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ ۳۔ کہ قیامت کا علم

حَفِيٌّ عَنْهَا ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ اللَّهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ

تم نے اسے خوب تحقیق کر رکھا ہے تم فرماؤ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن بہت

النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨٧﴾ قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا

لوگ جانتے نہیں تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار

وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ وَلَوْ كُنتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ

نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا

لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ ۚ إِنْ أَنَا إِلَّا

کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی میں تو یہی ڈر اور خوشی

نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١٨٨﴾ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم

سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں وہی ہے جس نے تمہیں ایک

مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ

جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا کہ اس سے چین

إِلَيْهَا ۖ فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا فَمَرَّتْ بِهِ ۖ

پائے پھر جب مرد اس پر چھایا اسے ایک ہلکا سا پیٹ رہ گیا تو اسے لئے پھرا کی

فَلَمَّا أَثْقَلَت دَّعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا

پھر جب بوجھل پڑی دونوں نے اپنے رب سے دعا کی ضرور اگر تو ہمیں جیسا چاہئے

لَّنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿١٨٩﴾ فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا

بچہ دے گا بیشک ہم شکر گزار ہوں گے پھر جب اس نے انہیں جیسا چاہیے بچہ عطا

لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا ۚ فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٩٠﴾

فرمایا انہوں نے اس کی عطا میں اس کے ساجھی ٹھہرائے تو اللہ کو برتری ہے ان کے شرک

أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿١٩١﴾

سے کیا اسے شریک کرتے ہیں جو کچھ نہ بنائے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں

اسرار الٰہیہ میں سے ہے اسے پوچھنا نہ چاہیے۔ اس لئے تم سے پوچھتے ہیں۔ ۴۔ شان نزول غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت راستہ میں ہوا تیز چلی۔ جس سے غازیوں کے اونٹ گھوڑے بھاگ گئے۔ حضور نے فرمایا کہ مدینہ منورہ میں رفاعہ کا انتقال ہو گیا۔ اور پھر فرمایا کہ دیکھو ہمارا ناقہ کہاں ہے۔ عبداللہ بن ابی منافق بولا۔ کہ حضور کا عجیب حال ہے کہ مدینہ میں مرنے والوں کی خبر دے رہے ہیں اور اپنے ناقہ کی خبر نہیں۔ حضور پر اس کی یہ بکواس بھی چھپی نہ رہی۔ اور فرمایا کہ بعض منافق ہمارے علم پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ اچھا ہماری اونٹنی اس گھاٹی میں ہے۔ اس کی نکیل ایک درخت میں الجھ گئی ہے۔ دیکھا گیا تو ایسا ہی تھا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ (تفسیر کبیر و خزائن العرفان) ۵۔ یعنی میں اللہ کے چاہنے سے نفع' نقصان کا مالک ہوں نہ کہ اس کے بغیر چاہے' چنانچہ ہمارے حضور تمام خدائی کے رب کی عطا سے مالک ہیں۔ رب فرماتا ہے۔ اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ نیز خود فرماتے ہیں کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں بخش دی گئیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔ رب فرماتا ہے۔ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ حضرت ربیعہ نے حضور سے جنت مانگی جو انہیں عطا ہوئی۔ ۶۔ یعنی اگر میں ذاتی طور پر غیب جان لیا کرتا جس کے لئے قدرت لازم ہے۔ تو ہر چیز جمع کر لیتا۔ اس آیت میں منکرین غیب کی دلیل نہیں بن سکتی۔ کیونکہ بعض علوم غیب عطائی طور پر وہ بھی مانتے ہیں۔ ۷۔ یہاں خیر سے مراد دنیا کی راحتیں' خوشیاں' ظاہری طور پر دشمنوں پر فتح مندی وغیرہ ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو خیر کثیر عطا فرمائی۔ رب فرماتا ہے وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا كَثِیْرًا جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی۔ اور حضور کو حکمت کا بانٹنے والا بنایا۔ ۸۔ لیکن مجھے دنیاوی تکالیف وغیرہ تو پہنچتی رہتی ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ مجھے ذاتی طور پر علم غیب ایک چیز کا بھی نہیں۔ اگر اس سے علم غیب کی عطا کا انکار کیا جاوے تو لازم آوے گا کہ حضور کو ایک چیز کا بھی علم نہیں۔ اور

یہ قطعی نصوص کے خلاف ہے۔ ۹۔ کیونکہ میرے ڈرانے اور بشارت سے صرف مومن ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں ۱۰۔ اے قریشیو! تم سب کو ایک جان یعنی قصی سے پیدا کیا اور قصی کی جنس سے اس کی بیوی بنائی' تاکہ قصی کو سکون و راحت نصیب ہو ۱۱۔ یعنی قصی اور اس کی بیوی دونوں نے۔ ۱۲۔ اچھے بچے ملنے پر تیری عبادت اور شکریہ ادا کریں گے ۱۳۔ بعض علماء نے فرمایا کہ یہاں قریش سے خطاب ہے کہ تمہیں اس نے قصی کی اولاد بنایا۔ اور قصی نے اپنے چاروں بیٹوں کا نام عبد مناف' عبدالعزیٰ' عبد قصی' عبدالدار رکھا۔ ۱۴۔ یشرکون کو جمع فرمانے سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا نہیں بلکہ عام مشرکین ماں' باپ کا حال بیان ہو رہا ہے۔ نیز حضرت آدم علیہ السلام نبی ہیں۔ نبی شرک نہیں کر سکتے۔ کیونکہ نبی کی اطاعت واجب اور مشرک کی مخالفت لازم۔ اگر کوئی نبی بھی ہو اور مشرک

(بقیہ صفحہ ۲۷۸) بھی تو اجتماع ضدین ہو گا۔ اللہ نے انبیاء کو گناہوں سے معصوم فرمایا۔ پھر ان سے شرک کیسے سرزد ہو سکتا ہے۔ ۱۵۔ یہاں خلق ' بمعنی گھڑنا اور بنانا ہے نہ کہ ' بمعنی پیدا کرنا۔ یعنی یہ بت' خود مشرکین کے ہاتھ سے گھڑے ہوئے ہیں' پھر پوجا کے لائق کیسے ہو گئے چونکہ مشرکین ان بتوں کو عاقل سمجھتے تھے۔ اس لئے عاقلین کا صیغہ ارشاد ہوا۔ یعنی یخلقون' ورنہ وہ بے جان اور بے سمجھ ہیں۔ اسی لئے انہیں ما فرمایا گیا جو غیر عاقلوں کے لئے آتا ہے۔ لہٰذا آیت پر کوئی اعتراض نہیں۔

وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿۱۹۲﴾

اور نہ وہ ان کو کوئی مدد پہنچا سکیں اور نہ اپنی جانوں کی مدد کریں ؎۱

وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ ۚ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ

اور اگر تم انہیں راہ کی طرف بلاؤ تو تمہارے پیچھے نہ آئیں تم پر ایک سا ہے

أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ ﴿۱۹۳﴾ إِنَّ الَّذِينَ

چاہے انہیں پکارو یا چپ رہو ؎۲ بے شک وہ جن کو تم

تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ ۖ فَادْعُوهُمْ

اللہ کے سوا پوجتے ہو تمہاری طرح بندے ہیں ؎۳ تو انہیں پکارو

فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۹۴﴾ أَلَهُمْ

پھر وہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو ؎۴ کیا ان کے

أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا ۖ

پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے گرفت کریں

أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا ۖ أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ

یا انکی آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں ؎۵ یا ان کے کان ہیں جن سے سنیں

بِهَا ۗ قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنْظِرُونِ ﴿۱۹۵﴾

تم فرماؤ کہ اپنے شریکوں کو پکارو اور مجھ پر داؤں چلو اور مجھے مہلت نہ دو ؎۶

إِنَّ وَلِيِّيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى

بیشک میرا ولی اللہ ہے ؎۷ جس نے کتاب اتاری اور وہ نیکوں کو

الصَّالِحِينَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا

دوست رکھتا ہے اور جنہیں اس کے سوا پوجتے ہو وہ تمہاری

يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿۱۹۷﴾

مدد نہیں کر سکتے اور نہ خود اپنی مدد کریں ؎۸

۱۔ یعنی وہ تمہاری مدد تو کیا کریں گے' خود انہیں اگر کوئی توڑ دے' یا کتا اٹھا لے جائے' تو اپنے کو بچا نہیں سکتے۔ خیال رہے کہ اولیاء اللہ کی قبور کی تعظیم ایسی ہے جیسے کعبہ معظمہ کی توقیر اور حجر اسود' یا مقام ابراہیم کی تعظیم و توقیر' یا قرآن شریف کا احترام۔ کیونکہ یہ رب کی طرف نسبت رکھتی ہیں۔ لہٰذا ان کا احترام کیا جاتا ہے۔ اس آیت کو مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔ انہیں معبود کوئی نہیں جانتا۔ ۲۔ یعنی نہ ان میں چلنے پھرنے کی طاقت ہے نہ سننے سمجھنے کی قوت۔ پھر وہ عبادت کے لائق کیسے ہو گئے۔ خیال رہے کہ رب قوی و قادر ہے۔ اس کی قدرت عالم کے ذریعہ ہم کو محسوس و معلوم ہوئی۔ اگرچہ بلاواسطہ اسے دیکھا نہیں گیا۔ ۳۔ یعنی محض بندہ ہونے میں تمہاری مثل ہیں' ورنہ بعض ان معبودوں سے انسان افضل ہیں جیسے چاند تارے وغیرہ' یا لات' منات پتھر وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہم نبی کو مثل نہیں کہہ سکتے اگرچہ انہیں بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فرمایا گیا جیسے کہ ہم انسانوں کو پتھروں کی مثل نہیں کہہ سکتے حالانکہ انہیں بھی مثلکم فرمایا گیا۔ تعجب ہے کہ بعض لوگ یہ تو کہتے ہیں کہ ہم نبی کی طرح ہیں یہ نہیں کہتے کہ ہم ابوجہل' ابولہب کی طرح ہیں۔ یہ دورخی کیسی جب تم ایمان کی وجہ سے ابوجہل کی مثل نہیں تو نبی بھی نبوت کی وجہ سے تمہاری مثل نہیں ۴۔ اس میں کہ وہ تمہاری سنتے اور حاجت روائی کرتے ہیں' لہٰذا عبادت کے لائق ہیں اور ایسا تو ہے نہیں ۵۔ اس آیت کا یہ منشا نہیں کہ جو چل پھر سکے' سن سکے' پکڑ سکے۔ وہ معبود بن سکتا ہے' ورنہ بندر اور گائے میں یہ قوتیں ہیں بلکہ منشا یہ ہے کہ ان پتھروں' درختوں میں تو وہ قوت و طاقت بھی نہیں جو تم میں ہے۔ پھر تم ان کی پوجا کیسے کرتے ہو۔ لہٰذا یہ آیت بالکل صاف ہے۔ اس پر کچھ غبار نہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ یہ بت تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ کیونکہ ان میں کوئی طاقت نہیں ۶۔ معلوم ہوا کہ پیغمبر کو رب تعالیٰ بے حد جرأت عطا فرماتا ہے کہ اکیلے ہونے کے باوجود اس طرح اپنے مقابلے کیلئے سب کو پکارتے ہیں۔ اگر مرزائی ہوتا تو اس میں بھی ایسی جرأت ہونی چاہیے تھی۔ مگر وہ لوگوں کے خوف سے حج بھی نہ کر سکا۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب مشرکین نے حضور کو اپنے بتوں سے ڈرایا تھا۔ ۷۔ خیال رہے کہ حقیقی والی و ناصر اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس کے خاص بندے اس کے مظہر ہیں۔ وہ بھی مجازی طور پر والی و ناصر ہیں رب فرماتا ہے۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا جیسے حقیقی شافی' حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے' لیکن بعض دواؤں کو دافع بخار' قبض کشا' شربت فریاد رس کہہ دیتے ہیں اور بادشاہ کو ملک کا مالک' اپنے گھر بار کا مالک کہا جاتا ہے۔ لہٰذا نہ تو آیات میں تعارض ہے' نہ نبی' ولی کو حاجت روا' مشکل کشا ماننا شرک ہے۔ پیاسے کا کنوئیں پر جانا شرک نہیں' تو گنہگار کا حضور کے دروازے پر جانا شرک کیوں ہو گا۔ ۸۔ اس طرح کہ اگر کتا ان کا چڑھاوا لے جاوے تو وہ چھین نہیں سکتے' اگر ان پر مکھیاں بھنک

(بقیہ صفحہ ۲۷۹) رہی ہوں تو انہیں اڑا نہیں سکتے۔
۱۔ یعنی ان بتوں کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم کو دیکھ رہے ہیں۔ مگر پتھر کی آنکھیں کیا دیکھیں۔ دیکھتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں مگر دیکھتے نہیں صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ کفار نبی کو دیکھتے ہیں مگر دیکھتے نہیں۔ کیونکہ دیکھنے والی نگاہ ان کے پاس نہیں۔ وہ صرف ان کی بشریت کو دیکھتے ہیں۔ انہیں نبوت نظر نہیں آتی۔ بصیرت سے حضور کو دیکھنے والا صحابی ہو جاتا ہے۔ اور صرف بصر سے دیکھنے والا صحابی نہیں۔ بعض حضرات نابینا تھے اور صحابی تھے کہ وہ بصیرت رکھتے تھے ایک بزرگ

وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ۚ وَتَرٰىهُمْ
اور اگر تم انہیں راہ کی طرف بلاؤ تو نہ سنیں اور تو انہیں دیکھے
يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾ خُذِ الْعَفْوَ
کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں اور انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا ۱ اے محبوب معاف
وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا
کرنا اختیار کرو اور بھلائی کا حکم دو اور جاہلوں سے منہ پھیر لو ۲ اور اے سننے
يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ
والے اگر شیطان تجھے کوئی کونچا دے ۳ تو اللہ کی پناہ مانگ بیشک وہی
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ
سنتا جانتا ہے بیشک وہ جو ڈر والے ہیں جب انہیں کسی شیطانی خیال
مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ وَ
کی ٹھیس لگتی ہے ہوشیار ہو جاتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں ۴
اِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِى الْغَىِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾
اور وہ جو شیطانوں کے بھائی ہیں شیطان انہیں گمراہی میں کھینچتے ہیں پھر کمی نہیں کرتے
وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَآ
اور اے محبوب جب تم ان کے پاس کوئی آیت نہ لاؤ تو کہتے ہیں ۵ تم نے دل سے کیوں نہ بنائی
اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَىَّ مِنْ رَّبِّىْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ
تم فرماؤ میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف میرے رب سے وحی ہوتی ہے یہ
وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَاِذَا قُرِئَ
تمہارے رب کی طرف سے آنکھیں کھولنا ہے اور ہدایت اور رحمت مسلمانوں کیلئے ۶ اور جب
الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾
قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو ۷ کہ تم پر رحم ہو ۸

نے فرمایا کہ جو مجھے دیکھ لے وہ جنتی ہو جاوے۔ کسی نے کہا کہ ابو جہل نے حضور کو دیکھا۔ وہ جنتی نہ ہوا تو تمہارے دیکھنے سے جنتی کیسے ہو سکتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ اس نے محمد بن عبداللہ کو دیکھا تھا محمد رسول اللہ کو نہ دیکھا' اور یہ ہی آیت پڑھی (روح) ۲۔ یعنی اپنے ذاتی دشمنوں کو معاف فرما دو اور جو تمہاری ذات سے جہالت کا برتاؤ کرے' اس سے بے توجہی اور درگزر فرماؤ نہ کہ اللہ رسول کے دشمنوں سے۔ لہٰذا یہ آیت منسوخ نہیں بلکہ محکم ہے اور اس میں اعلیٰ اخلاق کی تعلیم ہے۔ جس سے دشمن بھی دوست بن جاویں ۳۔ اس طرح کہ تمہیں غصہ دلائے اور اپنے دشمن سے لڑنے پر آمادہ کرے تو اعوذ باللہ پڑھ لیا کرو۔ خیال رہے کہ اعوذ باللہ دفع غصہ کے لئے بڑی اکسیر ہے۔ اس میں خطاب عام مسلمانوں سے ہے۔ کیونکہ حضور کو اللہ نے شیطان سے محفوظ رکھا ہے' بلکہ آپ کا شیطان مومن ہو چکا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے ۴۔ معلوم ہوا کہ جس گناہ سے توبہ نصیب ہو جاوے وہ اس نیکی سے افضل ہے۔ جس سے غرور' تکبر پیدا ہو۔ شیطان کی عبادات سے آدم علیہ السلام کا گندم خطاءً کھانا افضل تھا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ گناہ پر فوراً نادم ہونا چاہیے۔ توبہ میں دیر نہ کرنی چاہیے کیونکہ رب نے یہاں یہ صفت اپنے مقبول بندوں کی بیان فرمائی۔ ۵۔ یہاں آیت سے مراد قرآنی آیت ہے۔ جب کبھی وحی کچھ روز کے لئے بند ہو جاتی تو کفار بطور مذاق یہ کہتے تھے۔ نیز کفار کبھی مذاقاً" کہتے کہ فلاں قسم کی آیت قرآن میں آنی چاہیے جس میں ایسے احکام ہوں۔ اور جب نہ آتی تو مذاق اڑاتے۔ ۶۔ کیونکہ اس سے نفع صرف مسلمان اٹھاتے ہیں۔ قرآن کی رحمت عامہ سارے عالم کے لئے ہے۔ یعنی دنیا میں ہدایت دینا اور دنیا میں عذاب سے امن لیکن رحمت خاصہ' ہدایت ایمان وغیرہ اور آخرت کی رحمت صرف مسلمانوں کے لئے ہے۔ لہٰذا آیات میں تعارض نہیں۔ یہ ہی حال قرآن والے محبوب کا ہے' آپ رحمۃ للعالمین بھی ہیں اور مومنوں پر بھی رحیم ۷۔ اس آیت سے ذکر بالجہر کا ثبوت ہے' کیونکہ سننا اور خاموش رہنا جب ہو گا جب کہ تلاوت قرآن بلند آواز سے ہو۔ خیال رہے کہ قرات قرآن کا حکم اور ہے' تعلیم قرآن کا حکم کچھ اور' بہت سے بچے مل کر قرآن یاد کر سکتے ہیں۔ اگرچہ آواز اونچی ہو کہ وہ تعلیم قرآن ہے قرات قرآن نہیں۔ چند آدمیوں کا مل کر بلند آواز سے قرآن پڑھنا منع ہے۔ بلکہ خاموش رہ کر سننا ضروری ہے۔ بعض لوگ ختم شریف میں مل کر زور سے تلاوت کرتے ہیں یہ بھی ممنوع ہے ۸۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا' مقتدی کو منع ہے' خواہ امام جہری قرات کرے یا آہستہ اگر مقتدی پر سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہوتا تو رکوع میں مل جانے سے اس کو رکعت نہ ملتی۔ امام کی قرات مقتدی کی قرات ہے۔ جمہور صحابہ کا مذہب یہی ہے۔ یہ آیت مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنے سے روکنے کے لئے ہے۔ کیونکہ نماز میں بات

(بقیہ صفحہ ۲۸۰) چیت کرنا اس آیت سے منسوخ ہوا وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ

ا۔ معلوم ہوا کہ بعض صورتوں میں ذکر خفی ذکر جہری سے افضل ہے کیونکہ اس میں ریا کا احتمال نہیں ہوتا۔ نیز قرآن سنتے وقت اگر ذکر الٰہی کرنا ہو تو آواز سے نہ کرو' بلکہ خاموشی سے کرو۔ اس لئے یہ حکم گزشتہ آیت سے بعد دیا گیا۔ جب یہ عوارض نہ ہوں' تو ذکر بالجہر افضل ہے۔ رب فرماتا ہے۔ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ ۲۔ چونکہ فجر اور عصر کے بعد نوافل منع ہیں' لہٰذا ان وقتوں میں ذکر اللہ کی ترغیب دی گئی تا کہ مومن کا کوئی وقت غفلت میں نہ گزرے ۳۔ یعنی مقرب فرشتے' یہاں پاس سے مراد

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو زاری اور ڈر سے اور بے آواز

الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ

نکلے لہ زبان سے صبح اور شام ۲ اور غافلوں میں

الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ

۳ ہونا بے شک وہ جو تیرے رب کے پاس ہیں ۳ اس کی عبادت سے

عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ ع

تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بولتے اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں

رُكُوْعَاتُهَا ۱۰	سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ ۸ ۸۸	اٰيَاتُهَا ۷۵

سورہ انفال مدنی ہے اس میں دس رکوع اور پچھتر آیتیں ایک ہزار چھ سو کلمات ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا

يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ

اے محبوب تم سے غنیمتوں کو پوچھتے ہیں ۵ تم فرماؤ غنیمتوں کے مالک اللہ و

الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَ

رسول ہیں ۶ تو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس میں میل رکھو ۷ اور

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱﴾ اِنَّمَا

اللہ ورسول کا حکم مانو اگر ایمان رکھتے ہو ۸ ایمان

الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ

والے وہی ہیں کہ جب اللہ یاد کیا جائے ان کے دل ڈر جائیں ۸

وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى

اور جب ان پر اس کی آیتیں پڑھی جائیں ان کا ایمان ترقی پائے ۹ اور اپنے

مکانی قرب نہیں بلکہ رتبہ کا قرب ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جب اللہ کے مقرب فرشتے عبادت اور سجدے کرتے ہیں تو تم بھی کرو ۴۔ انفال نفل کی جمع ہے۔ بمعنی زیادتی۔ چونکہ غنیمت کا مال غازی کے ثواب پر زیادہ ہے اور یہ مال صرف مسلمانوں کے لئے حلال ہوا۔ پچھلی امتوں پر حرام تھا اس لئے اسے انفال کہا گیا۔ قربانی کا گوشت اور مال غنیمت کی حلت اس امت کی خصوصیت سے ہے۔ عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں جب تقسیم غنیمت میں غازیوں کا اختلاف ہوا اور بدمزگی کی نوبت آگئی۔ تب یہ آیت کریمہ اتری۔ جس میں تقسیم غنیمت کا حضور کو اختیار دیا گیا اور حضور نے برابر تقسیم فرما دیا ۵۔ مال غنیمت کی نسبت اللہ کی طرف عزت افزائی کے لئے ہے' اور حضور کی طرف اختیارات کی بنا پر (روح البیان) یعنی یہ مال بہت طیب و طاہر ہے کیونکہ رب کا عطیہ ہے اور اس کے احکام میں حضور مختار ہیں' جو چاہیں حکم دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول کا ذکر اللہ کے ساتھ کرنا شرک نہیں بلکہ ایمان ہے' جیسے اللہ رسول نے ہمیں ایمان دیا اللہ رسول نے ہمیں غنی کر دیا ۶۔ یعنی غنیمت کی تقسیم میں لڑائی جھگڑا نہ کرو جیسے حضور تقسیم فرما دیں راضی ہو جاؤ ۷۔ خیال رہے کہ اللہ کی اطاعت صرف اس کے احکام میں ہوگی اور حضور کی اطاعت حکم میں بھی ہوگی اور ان کے افعال طیبہ میں بھی جسے اتباع کہتے ہیں۔ اسی لئے اطاعت کے ساتھ اللہ رسول کا ذکر ہے اور اتباع میں صرف رسول کا ذکر فرمایا گیا، فاتبعونی اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور کی اطاعت تقاضائے ایمان ہے۔ ۸۔ ذات و صفات کی آیات سے تو ہیبت الٰہی پیدا ہو اور آیات عذاب سے خوف آیات رحمت سے شوق و ذوق پیدا ہو' آنکھوں سے آنسو جاری ہوں' اس سے معلوم ہوا کہ جس کے دل میں عشق کی جلوہ گری نہ ہو' وہ کامل مومن نہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآن خضوع و خشوع اور حضور قلبی سے پڑھنا چاہیے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مومن کا اس جہان میں رب سے ڈرنا آئندہ بے خوفی کا ذریعہ ہے۔ رب فرماتا ہے لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۹۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ ایمان میں کیفیت کی زیادتی ہو سکتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اعمال کمال ایمان کا ذریعہ ہے۔

ا۔ توکل دو قسم کا ہے' اسباب والا اور ترک اسباب والا۔ یہاں دونوں توکل مراد ہیں۔ عوام کا توکل اسباب والا ہے خواص کا ترک اسباب والا۔ ۲۔ یہ آیت بہت سے مسائل کی جامع ہے نماز ہمیشہ پڑھنی چاہیے صحیح وقت پر صحیح طریقے سے دل لگا کر پڑھنی چاہیے۔ ہر واجب و فرض نماز پڑھنی چاہیے۔ یہ تمام مسائل یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ سے معلوم ہوئے۔ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے۔ حلال مال خرچ کرے بعض مال خیرات کرے۔ بعض مال بچوں کے لئے رکھے۔ ہر کار خیر میں خرچ کرے۔ صرف زکوٰۃ پر کفایت نہ کرے' اپنے بال بچوں' اہل قرابت پر بھی خرچ کرے۔ ہمیشہ خرچ کرتا رہے ایک بار خرچ کر کے بس نہ کر دے۔ یہ تمام مسائل مما رزقنھم سے ثابت ہوئے اس کی مزید تفسیر ہماری تفسیر نعیمی میں ملاحظہ کرو ۳۔ یہ تمام صفات سارے صحابہ میں موجود ہیں۔ لہٰذا وہ قرآن کی گواہی سے مومن برحق ہیں جو ان میں سے کسی کے ایمان میں شک کرے وہ اس آیت کا انکار کر رہا ہے ۴۔ اس میں حضور کا مدینہ طیبہ سے میدان بدر کی طرف صحابہ کو لے کر تشریف لے جانا مراد ہے جبکہ ابوسفیان شام سے تجارتی قافلہ لے کر مکہ معظمہ واپس جا رہے تھے۔ تو حضور صحابہ کی جماعت لے کر ان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے ادھر مکہ والوں کو جب خبر لگی کہ ہمارا قافلہ راستہ میں روکا جانے والا ہے تو ابوجہل کفار کی بڑی بھاری جماعت اور بہت ساز و سامان ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ اور بدر کے میدان میں کفر و اسلام کا مقابلہ ہو گیا۔ مسلمانوں کی تعداد ۳۱۳ تھی۔ کفار قریباً ایک ہزار تھے۔ مسلمان نہتے بے سرو سامان اور کفار ہتھیار بند اور بہت بڑے سامان کے ساتھ تھے ادھر ابوسفیان بدر کے راستہ سے کترا کر دوسرے راستہ سے بخیریت مکہ معظمہ پہنچ گئے ادھر بعض مسلمانوں نے حضور سے عرض کیا کہ ہم تو قافلہ روکنے کے لئے آئے تھے۔ اس عظیم الشان جنگ کے لئے تیار نہ تھے۔ حضور کو یہ عرض ناگوار خاطر ہوئی۔ حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ ہم کسی طرح بھی مرضی مبارک کے خلاف کرنے والے نہیں حضور جہاں چاہیں ہم کو لے چلیں' ہم تیار ہیں۔ اگر آپ فرمائیں تو سمندر میں کود جائیں۔ حضور نے فرمایا کہ اللہ پر توکل کرو اور چلو' فتح تمہاری ہو گی۔ حضور نے جنگ سے ایک دن پہلے زمین پر خط کھینچ کر فرمایا کہ یہاں فلاں کافر مارا جائے گا اور یہاں فلاں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۵۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ کراہت اور جھگڑا ایمان کے خلاف نہیں تھا۔ اسی لئے انہیں رب نے مومن فرمایا۔ یہ کراہت طبعی ناپسندی کے معنی میں ہے نہ کہ مقابلہ کی کراہت۔ لہٰذا قرطاس کے موقعہ پر جو حاضرین بارگاہ میں اختلاف ہو گا وہ بھی خلاف ایمان نہیں رائے دینے کا اختلاف کفر نہیں۔ مخالفت کا جھگڑا کفر ہے اسی طرح حضرت علی اور امیر معاویہ کا اختلاف ہے کہ جب حضور سے اختلاف رائے کفر نہیں ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف رائے کفر کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کی بحث ہماری کتاب امیر معاویہ پر ایک نظر میں دیکھو ۶۔ یعنی کفار قریش کا مقابلہ انہیں ایسا ہیبت ناک معلوم ہوتا تھا ۷۔ ابوسفیان کا تجارتی قافلہ اور ابوجہل کا لشکر ۸۔ جنگ بدر کے موقعہ پر مسلمان مدینہ منورہ سے جنگ کے ارادے سے نہ نکلے تھے۔ بلکہ ابوسفیان کے قافلہ کی نیت سے نکلے تھے کہ اسے روک لیا جائے اور اس کا سامان مال و دولت چھین لیا جاوے جس سے آئندہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے ہتھیار خریدیں گے' مگر وہ قافلہ دوسرے راستہ سے نکل گیا اور کفار مکہ جنگ کے لئے آ گئے۔ غیر ذات الشوکۃ سے ابوسفیان کا یہی قافلہ مراد ہے ۹۔ اس طرح کہ جنگ بدر واقع ہو جس میں سرداران قریش مسلمان بچوں کے ہاتھوں مارے جاویں اور بہت سامان مسلمانوں کو ملے'

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا

رب ہی پر بھروسہ کریں [۱] وہ جو نماز قائم رکھیں اور ہمارے

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ

دیئے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کریں [۲] یہی سچے مسلمان ہیں [۳]

لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۚ﴿۴﴾

ان کے لئے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور بخشش ہے اور عزت کی روزی

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۪ وَاِنَّ فَرِيْقًا

جس طرح اے محبوب تمہیں تمہارے رب نے تمہارے گھر سے حق کے ساتھ برآمد کیا [۴] اور

مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۙ﴿۵﴾ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ

بیشک مسلمانوں کا ایک گروہ اس پر ناخوش تھا [۵] سچی بات میں تم سے جھگڑتے تھے بعد اس

بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ

کے [illegible] گویا وہ آنکھوں دیکھی موت کی طرف ہانکے

يَنْظُرُوْنَ ؕ﴿۶﴾ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ

جاتے ہیں [۶] اور یاد کرو جب اللہ نے تمہیں وعدہ دیا تھا کہ ان دونوں گروہوں میں

اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ

میں ایک تمہارے لئے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ تمہیں وہ ملے جس میں کانٹے کا کھٹکا نہیں

لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ

[۷] اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلام سے سچ کو سچ کر دکھائے اور کافروں کی

دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۙ﴿۷﴾ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَ

جڑ کاٹ دے [۸] کہ سچ کو سچ کرے اور جھوٹ کو جھوٹا

لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۚ﴿۸﴾ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ

پڑے برا مانیں مجرم [۹] جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری سن لی کہ میں

لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُرْدِفِیْنَ ۝۹

تمہیں مدد دینے والا ہوں ۱ ہزاروں فرشتوں کی قطار سے ۲

وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ لِتَطْمَىٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ

اور یہ تو اللہ نے نہ کیا مگر تمہاری خوشی کو ۳ اور اس لئے کہ تمہارے دل چین پائیں

وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ

اور مدد نہیں مگر اللہ کی طرف سے ۴ بے شک اللہ غالب

حَكِیْمٌ ۝۱۰ ع اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ یُنَزِّلُ

ع ۱ ۱۵

حکمت والا ہے جب اس نے تمہیں اونگھ سے گھیر دیا تو اس کی طرف سے چین تھی ۵ اور

عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ یُذْهِبَ

آسمان سے تم پر پانی اتارا کہ تمہیں اس سے ستھرا کرے ۶ اور شیطان کی

عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ وَ لِیَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ

ناپاکی تم سے دور فرمائے ۷ اور تمہارے دلوں کو ڈھارس بندھائے اور

وَ یُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝۱۱ اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى

اس سے تمہارے قدم جمائے ۸ جب اے محبوب تمہارا رب فرشتوں کو وحی

الْمَلٰٓىٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

بھیجتا تھا ۹ کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مسلمانوں کو ثابت رکھو ۱۰

سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا

عنقریب میں کافروں کے دلوں میں ہیبت ڈالوں گا ۱۱ تو کافروں کی

فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝۱۲

گردنوں سے اوپر مارو اور ان کی ایک ایک پور پر ضرب لگاؤ ۱۲

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ مَنْ یُّشَاقِقِ

یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی ۱۳ اور جو اللہ اور اس کے

(بقیہ صفحہ ۲۸۲) بہت سے کفار قیدی ہو کر تمہارے ہاتھ لگیں اور آخر کار ایمان لاویں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کبھی دنیاوی مصائب کا انجام بڑا شاندار ہوتا ہے۔ ۱۰۔ مجرمین سے مراد مشرکین ہیں یعنی کفار کو مسلمانوں کی یہ فتح بہت بھاری پڑی اور غلبہ حق ناگوار ہوا

۱۔ میدان بدر میں حضور نے مسلمانوں کی قلت اور کفار کی کثرت ملاحظہ فرما کر بارگاہ الٰہی میں دعا کی اور عرض کیا کہ اگر تو نے اس ٹوٹی پھوٹی مسلمانوں کی جماعت کو ہلاک کر دیا تو دنیا میں کوئی تیرا نام لیوا نہ رہے گا۔ رب نے حضور کی دعا قبول فرمائی۔ اس موقعہ پر یہ آیت اتری۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کی دعا ساری امت کی دعا ہے کہ دعا صرف حضور نے کی مگر رب نے فرمایا تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ جمع' مذکر' تم سب مدد مانگتے تھے۔ ۲۔ چنانچہ جنگ بدر میں اولاً" ایک ہزار فرشتے آئے۔ پھر تین ہزار۔ پھر پانچ ہزار۔ صحابہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ان کے آگے کافر بھاگا جا رہا ہے۔ اچانک کوڑے کی آواز آئی اور کافر خود بخود قتل ہو گیا ۳۔ معلوم ہوا کہ یہ فرشتے کفار کی ہلاکت کے لئے نہ آئے تھے ورنہ ایک ہی فرشتہ کافی تھا۔ صرف مسلمانوں کی مدد کے لئے آئے تھے۔ ۴۔ اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ اصحاب بدر ایسے عظمت والے ہیں کہ ان کے دوش بدوش ملائکہ کفار سے لڑے۔ دوسرے یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسی شان والے ہیں کہ فرشتوں نے حضور کے ماتحت اسلام کی خدمت کی۔ کیونکہ اس جنگ میں حضور سپہ سالار اعظم تھے اور یہ تمام فرشتے خدام بارگاہ ۵۔ جنگ بدر میں مسلمان قدرتی طور پر اونگھ رہے تھے اور منافق پریشان تھے۔ معلوم ہوا کہ جہاد میں، مناظرہ میں اونگھ اللہ کی رحمت ہے کہ یہ اطمینان قلب اور کفار سے بے خوفی کی علامت ہے۔ نماز میں اونگھ شیطانی اثر ہے۔ ۶۔ کہ تم اس پانی سے وضو اور غسل کر سکو کیونکہ مسلمان جس جانب بدر میں تھے' اس طرف پانی کی بہت تنگی تھی۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ طہارت سے مراد بے وضوئی ہے اور رجز شیطان سے مراد بے غسلی یعنی احتلام ہے کیونکہ احتلام شیطان کے اثر سے ہوتا ہے۔ (روح) ۷۔ اس ناپاکی سے وسوسہ مراد ہے نہ کہ بدعقیدگی کیونکہ صحابہ بدعقیدہ نہیں ہو سکتے۔ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کے لئے سکینہ تابوت آیا تھا اور ان مومنوں کے لئے فرشتے ۸۔ بدر کے دن مشرکین نے پانی والے میدان پر قبضہ کر لیا۔ اور مسلمان ریتلے حصہ میں اترے جس سے ان کے پاؤں دھنستے تھے۔ بعض حضرات کو وضو کی بعض کو غسل کی حاجت ہوئی اور تمام غازیوں کو سخت پیاس تھی۔ شیطان نے بعض کے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ اگر تم حق پر ہوتے تو تم یہاں ایسی مشکلات میں کیوں پھنستے اور مشرکین ایسے آرام کی جانب کیوں ٹھہرتے۔ آئندہ تم کو فتح پانے کی کیا امید ہے۔ رب تعالیٰ نے بارش بھیجی جس سے یہ ریتہ جم کر زمین چلنے پھرنے کے قابل ہو گئی۔ غسل اور وضو ہو گئے۔ پانی برتنوں میں بھر لئے اور پیاس بجھالی گئی۔ مسلمانوں کے دل مطمئن ہوئے اور یہ بارش آئندہ فتحیابی کی نیک فال ہوئی۔ شیطانی وسوسے دور ہوئے' صحابہ کے دل بہت خوش ہوئے۔ اس آیت میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ ۹۔ یہاں وحی سے مراد الہام اور دل میں ڈالنا ہے اور فرشتوں سے وہ فرشتے مراد ہیں جو مسلمانوں کی مدد کے لئے بدر میں حاضر ہوئے تھے اور اس کلام کا مقصد یہ نہیں کہ فرشتوں کو ڈر تھا جو رب نے دور فرمایا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں مقصد یہ ہے کہ اے فرشتو! اس جہاد میں شرکت کی وجہ سے تمہاری شان بہت بلند ہو گئی کہ تم کو ہماری معیت نصیب ہو گئی۔ خیال رہے کہ جیسے صحابہ میں بدر کے صحابہ تمام سے افضل ہیں' ایسے ہی

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ

رسول سے مخالفت کرے تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے یہ تو چکھو لو

فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾

اور اس کے ساتھ یہ ہے کہ کافروں کو آگ کا عذاب ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

اے ایمان والو جب کافروں کے لام سے تمہارا مقابلہ ہو

زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ

تو انہیں پیٹھ نہ دو اور جو اس دن انہیں پیٹھ دے گا

دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ

مگر لڑائی کا ہنر کرتے یا اپنی جماعت میں جا ملنے کو

فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ

تو وہ اللہ کے غضب میں پلٹا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۶﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ

اور کیا بری ہے جگہ پلٹنے کی تو تم نے انہیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى وَلِیُبْلِیَ

اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی اور اس لئے

الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ

کہ مسلمانوں کو اس سے اچھا انعام عطا فرمائے بے شک اللہ سنتا

عَلِیْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَیْدِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۸﴾

جانتا ہے یہ تو لو اور اس کے ساتھ یہ ہے کہ اللہ کافروں کا داؤں سست کرنیوالا ہے

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ وَاِنْ تَنْتَهُوْا

اے کافرو اگر تم فیصلہ مانگتے ہو تو یہ فیصلہ تم پر آچکا اور اگر باز آؤ تو

(بقیہ صفحہ ۲۸۳) فرشتوں میں وہ فرشتے افضل ہیں جو بدر میں موجود تھے ۱۰۔ معلوم ہوا کہ فرشتوں کے ذریعہ جہاد میں مسلمانوں کو ثابت قدمی' دل کا اطمینان نصیب ہوتا ہے ایسے ہی حضور کے وسیلہ سے اللہ کی تمام نعمتیں ملتی ہیں۔ ۱۱۔ کہ وہ قدرتی طور پر مسلمانوں سے ڈریں گے۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے فضل سے مومن کے دل میں کفار کا خوف نہیں آتا۔ بلکہ کفار کو مومن کی ہیبت ہوتی ہے' ایمان مومن کا بڑا ہتھیار ہے۔ ۱۲۔ اس میں مسلمانوں سے خطاب ہے کہ کفار کو جوڑوں پر مارو۔ اس آیت میں نبوت کے فن کا ثبوت ہے جس میں دشمن کے ہر جوڑ پر چوٹ مارنا سکھایا جاتا ہے۔ ۱۳۔ معلوم ہوا کہ جہاد میں مسلمانوں کو کافر پر اس لئے غصہ چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا دشمن ہے۔ اس وقت اپنی ذاتیات کو دخل نہ دیا جائے۔ غرضیکہ جہاد ملکی جنگ نہ ہو بلکہ دینی جنگ ہو۔ دنیاوی جنگ فساد ہے۔ دینی جنگ جہاد۔

۱۔ یعنی بدر کی شکست کا عذاب' اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ کافر کے دنیاوی عذاب آخرت کے عذاب کو ہلکا نہ کریں گے وہ اس کے علاوہ ہوگا دوسرے یہ کہ دنیا کی سزا آخرت کے عذاب کے مقابل بہت تھوڑی ہے اس لئے اسے فرمایا گیا یہ چکھو ۲۔ لام اردو زبان میں بڑی بھاری فوج کو کہتے ہیں کافروں میں مشرکین' یہود' عیسائی سب داخل ہیں۔ یہ حکم کفار سے جنگ کا ہے مسلمانوں کی دنیاوی جنگ میں جو پیٹھ دکھائے اور صلح کرے' وہ ثواب کا مستحق ہے' بلکہ صلح کرانا بھی ثواب ہے ۳۔ یعنی بھاگنا تو بڑا گناہ ہے بھاگنے کے ارادے سے ان کی طرف پیٹھ بھی نہ پھیرو اگرچہ کفار زیادہ ہوں اور مسلمان تھوڑے' پھر بھی یہ حکم ہے آخری چیز' قتل ہے جو مومن کے لئے شہادت ہے ۴۔ جہاد میں پیٹھ پھیرنے کی یہاں تین نوعیتیں بیان ہوئیں۔ جنگی چال کہ اولاً" بھاگنا پھر اچانک پلٹ کر حملہ کرنا۔ مسلمان غازی اپنی فوج سے کٹ کر کافروں میں گھر گیا تھا' بھاگ کر اپنی فوج میں جا پہنچے' فرار ہو کر میدان جنگ چھوڑ دینا۔ پہلے دو محمود ہیں۔ تیسرا مردود۔ معلوم ہوا کہ جہاد سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے۔ اگر یہ بھاگنا سخت معذوری کی وجہ سے ہو تو اس کا اور حکم ہے۔ جنگ احد اور جنگ حنین میں جن صحابہ کے قدم اکھڑ گئے تھے' ان کی عام معافی کا اعلان ہو چکا رب نے فرمایا عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اب جو کوئی ان پر اس وجہ سے زبان طعن دراز کرے وہ بے دین ہے۔ آدم علیہ السلام کی خطا کی معافی کا اعلان ہوا' اب ان پر طعن کرنا بے ایمانی ہے۔ گناہ کبیرہ قریباً ستر ہیں۔ ان میں سے جہاد سے بھاگ جانا بھی ہے (روح البیان) ۵۔ شان نزول۔ جب جنگ بدر سے مسلمان واپس ہوئے تو کوئی کہتا تھا میں نے فلاں کافر کو مارا۔ کوئی کہتا تھا کہ میں نے فلاں کافر کو قتل کیا۔ اس موقعہ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ جس میں فرمایا گیا کہ تم اس فتح و نصرت کو اپنی قوت بازو کا نتیجہ نہ سمجھو رب کی طرف سے جانو اور اس کا شکر کرو' مومن کی یہ ہی شان چاہیے ۶۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبوبوں کا فعل رب کا فعل ہوتا ہے اور مومن خدائی طاقت سے کام کرتا ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں میں رب کی طاقت ہوتی ہے ۷۔ یہاں نبی اور صحابہ کے کاموں میں فرق یہ ہے کہ صحابہ سے قتل کی بالکل نفی فرما دی مگر حضور کے مٹھی بھر خاک پھینکنے کی بالکل نفی نہ فرمائی۔ بلکہ اِذْ رَمَیْتَ فرما کر ثابت بھی رکھا۔ جنگ بدر میں حضور نے ایک مٹھی خاک شَاهَتِ الْوُجُوْهُ فرما کر کفار کی طرف پھینکی جو تمام کافروں کی آنکھوں میں پڑ گئی۔ یہی واقعہ اس آیت میں بیان ہو رہا ہے۔ ۸۔ یعنی بدر کے تمام واقعات اس لئے ہوئے کہ مسلمانوں کو غنیمت' فتمندی کا انعام دیا جائے۔ یہاں بلاء بمعنی انعام ہے۔ انعام بھی بڑا بھاری۔ کیونکہ

(بقیہ صفحہ ۲۸۴) جیسے مصیبت آزمائش ہے' ایسے ہی انعام بھی سخت آزمائش ہے۔ ۹۔ سبحان اللہ! کیا پیارا خطاب ہے کہ اے محبوب کے غلامو! یہ فتمندی اور غنیمت تو فی الحال لے لو۔ ابھی دنیا اور آخرت میں اور بہت کچھ ملے گا۔ عطا بھی ہے اور عزت افزائی بھی ۱۰۔ کفار مکہ جب جنگ کے لئے بدر کی طرف چلے تو انہوں نے غلاف کعبہ سے لپٹ کر دعا مانگی کہ اے اللہ! ہم میں سے جو حق پر ہو اس کی فتح ہو اور فتح مسلمانوں کو ہوئی۔ تب یہ آیت کریمہ اتری۔ یعنی تمہارا مانگا ہوا فیصلہ ہے جس سے اسلام کی حقانیت ظاہر ہو گئی۔

فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَإِن تَعُودُوا نَعُدْ وَلَن تُغْنِيَ

تمہارا بھلا ہے[۱] اور اگر تم پھر شرارت کرو تو ہم پھر سزا دیں گے اور تمہارا جتھا

عَنكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ

تمہیں کچھ کام نہ دے گا چاہے کتنا ہی بہت ہو[۲] اور اس کے ساتھ یہ ہے کہ اللہ

الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۹﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ

مسلمانوں کے ساتھ ہے[۳] اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کا

وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿۲۰﴾ وَلَا

حکم مانو[۴] اور سن سنا کر اس سے نہ پھرو[۵] اور ان

تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿۲۱﴾

جیسے نہ ہونا جنہوں نے کہا ہم نے سنا اور وہ نہیں سنتے[۶]

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ

بے شک سب جانوروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو بہرے گونگے

لَا يَعْقِلُونَ ﴿۲۲﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَّأَسْمَعَهُمْ

ہیں جن کو عقل نہیں[۷] اور اگر اللہ ان میں کچھ بھلائی جانتا تو انہیں سنا دیتا[۸]

وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ ﴿۲۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

اور اگر سنا دیتا جب بھی انجام کار منہ پھیر کر پلٹ جاتے[۹] اے ایمان والو

آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ

اللہ اور رسول کے بلانے پر حاضر ہو[۱۰] جب رسول تمہیں[۱۱] اس چیز کیلئے بلائیں جو

وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ

تمہیں زندگی بخشے گی[۱۲] اور جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اسکے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے[۱۳]

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۲۴﴾ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ

اور یہ کہ تمہیں اس کی طرف اٹھنا ہے اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں خاص ظالموں

ع ۲ / ۱۶

۱۔ یعنی اگر تم اپنے کفر اور مسلمانوں سے لڑنے سے باز آ جاؤ تو تمہارا ہی بھلا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہماری نیکی خود ہمارے ہی لئے فائدہ مند ہے۔ اللہ و رسول پر اس میں احسان نہیں۔ ۲۔ یہ غیب کی خبر ہے جو رب نے پوری فرما دی حضور کے زمانے اور صحابہ کرام کے عہد خلافت میں تھوڑے مسلمان بہت کافروں پر غالب آئے۔ جنگ یرموک میں جو عہد فاروقی میں ہوئی' عیسائی سات لاکھ تھے' مسلمان چالیس ہزار مگر فتح مسلمانوں کو ہوئی۔ اب بھی اگر مجاہدین اخلاص سے جہاد کریں تو اللہ تھوڑوں کو بہت پر فتح دیتا ہے۔ ۳۔ اللہ تعالیٰ کا ساتھ مکانی نہیں بلکہ کرم کے ساتھ ہے۔ علم الٰہی کا ساتھ ہونا۔ مومنوں سے خاص نہیں۔ اللہ کا علم تو ہر چیز کے ساتھ ہے۔ غرضیکہ اللہ کا غضب کافروں کے ساتھ ہے اور اس کا کرم مومنوں کے ساتھ' اس کا علم سب کے ساتھ ۴۔ خیال رہے کہ اطاعت تو اللہ تعالیٰ کی بھی واجب ہے۔ حضور کی بھی اور حضور کی نیابت میں علماء دین کی بھی' ماں باپ وغیرہ کی بھی۔ مگر اتباع صرف حضور ہی کا ہو گا۔ اطاعت صرف فرمان میں ہوتی ہے' اتباع قول و فعل سب میں یعنی جو حضور کو کرتے دیکھو وہ کرو ہر حدیث کی بھی اتباع نہیں۔ حضور کی خصوصیات ہم نہیں کر سکتے۔ جیسے نو بیویاں رکھنا۔ امر کی اطاعت واجب ہے مشورہ میں اختیار ہوتا ہے ۵۔ یعنی رسول اللہ سے' ضمیر اپنے قریبی مرجع کی طرف لوٹتی ہے۔ اور وہ رسولہ ہے معلوم ہوا کہ رسول سے پھرنا اللہ سے پھرنا ہے اس لئے عنہ میں واحد کی ضمیر لائی گئی حالانکہ اس سے پہلے اللہ و رسول دونوں کا ذکر ہے۔ ۶۔ جیسے منافقین کہ منہ سے کہہ دیتے حضور سن لیا۔ مگر عمل نہیں کرتے۔ کافر سے ممتاز رہے ۷۔ شان نزول۔ یہ آیت بنی عبدالدار بن قصّی کے متعلق اتری جو کہتے تھے کہ جو کچھ حضور لائے۔ ہم اس سے بہرے اندھے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو نبی سے فائدہ نہ اٹھائے وہ جانوروں سے بدتر ہے۔ دیکھو نوح علیہ السلام کو حکم تھا کہ کشتی میں جانوروں کو سوار کر لو مگر کافر کو نہ بٹھانا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس زبان' آنکھ' کان عقل سے حضور کی معرفت نصیب نہ ہو وہ گونگی' اندھی' بہری ہے اور وہ عقل بے عقلی ہے۔ سارے بنی عبدالدار جنگ احد میں مارے گئے۔ ان میں صرف دو شخص ایمان لائے۔ مصعب بن عمیر اور سویبط بن حرملہ (خزائن العرفان) ۸۔ یعنی اگر ان کے دلوں میں ایمان ہوتا تو انہیں حق سننے اور اس پر عمل کی توفیق ملتی۔ ایمان سب پر مقدم ہے۔ ۹۔ یعنی اگر یہ کفار حضور کی محبت و عظمت کے بغیر کچھ سن بھی لیں' تب بھی اس پر قائم نہ رہیں گے' بدنصیب ایمان لانے کے بعد بھی مرتد ہو جاتا ہے ۱۰۔ اس سے چند مسائل معلوم ہوئے ایک یہ کہ حضور کا بلانا اللہ تعالیٰ کا بلانا ہے۔ کیونکہ بلاواسطہ رب کسی کو نہیں بلاتا۔ دوسرے یہ کہ مسلمان کسی حال میں بھی ہو حضور کے بلانے پر فوراً حاضر ہو جاوے بلکہ اگر کوئی نمازی بحالت نماز حضور کے بلانے پر حاضر ہو اور جس کام کو سرکار

(بقیہ صفحہ ۲۸۵) بھیجیں وہ کر بھی آئے' جب بھی نماز ہی میں ہو گا جتنی رکعات رہ گئی تھیں وہی پوری کرے گا۔ اگر نمازی کا وضو ٹوٹ جائے تو وضو کر آنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ حضور کو سلام کرنا نماز فاسد نہیں کرتا۔ ۱۱۔ خیال رہے کہ اللہ بھی حضور کے واسطے سے بلاتا ہے۔ قرآن و حدیث ایک ہی زبان سے ادا ہوتی ہیں یعنی حضور کی زبان سے جس کے متعلق انہوں نے فرمایا کہ یہ قرآن ہے ہم نے اسے قرآن مان لیا اور جس کے متعلق انہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث ہے' ہم نے اسے حدیث مان لیا۔ زبان ایک ہے مگر کلام کی نوعیتیں دو ہیں۔ لہٰذا بلانے والے تو حضور ہی ہوں گے۔ کہیں اپنا نام لے کر کہیں رب کا نام لے کر' کہیں رب کا حکم سنا کر۔

ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

ہی کو نہ پہنچے گا اور جان لو کہ اللہ کا عذاب

الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ

سخت ہے اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے ملک میں دبے ہوئے

فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ

ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اچک نہ لے جائیں تو اس نے تمہیں جگہ دی

وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ

اور اپنی مدد سے زور دیا اور ستھری چیزیں تمہیں روزی دیں کہ کہیں تم

تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ

احسان مانو اے ایمان والو اللہ اور رسول سے دغا

الرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوْٓا

نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت اور جان رکھو

اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ

کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد سب فتنہ ہے اور اللہ کے پاس بڑا

عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ

ثواب ہے اے ایمان والو اگر اللہ سے ڈرو گے تو تمہیں وہ دے گا جس سے

لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

حق کو باطل سے جدا کر لو اور تمہاری برائیاں اتار دے گا اور تمہیں بخش دیگا اور اللہ

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

بڑے فضل والا ہے اور اے محبوب یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے

لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَ

کہ تمہیں بند کر لیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور

اس لئے دعا کہ میں دعا صیغہ واحد ارشاد ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث پر عمل کرنا اتنا ہی لازم ہے جتنا قرآن پر ۱۲۔ اس سے مراد کلمہ طیبہ یا حضور کا وعظ یا جہاد یا قرآن کریم ہے۔ آیت کا منشا یہ ہے کہ چونکہ وہ تمہیں ہمیشہ ایسی چیز کے لئے بلاتے ہیں جو تمہاری زندگی کا باعث ہے لہٰذا ان کے بلانے پر فوراً حاضر ہوا کرو۔ یہ قید احترازی نہیں' بلکہ بیان واقعہ ہے۔ ۱۳۔ کبھی اس طرح کہ اچانک موت آ جاتی ہے' کبھی ارادہ خیر دل میں پیدا ہو کر رہ جاتا ہے' غرضیکہ ہزار رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں لہٰذا حضور کی اطاعت میں جلدی کیا کرو۔

۱۔ جب گناہ زیادہ ہو جاویں اور پیشوایان قوم اچھی باتوں کا حکم دینا بری باتوں سے روکنا چھوڑ دیں تو عذاب عام نازل ہو جاتا ہے۔ لہٰذا علماء کو یہ خیال نہ چاہیے کہ لوگ گمراہ ہوتے ہوں تو ہوں ہم کو کیا ہم تو نیکی کر رہے ہیں اگر کشتی میں ایک سوراخ کر دے تو عام سواریاں ہلاک ہوں گی۔ ۲۔ اس میں خطاب مہاجرین مومنین سے ہے' ان کو وہ حال یاد دلایا جا رہا ہے جو ہجرت سے پہلے تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی نعمتیں یاد کرنا اور اپنا گزرا ہوا وقت یاد رکھنا اعلیٰ عبادت ہے۔ کہ اس سے اللہ کے شکر کی توفیق ملتی ہے۔ یعنی تم ڈرتے تھے کہ کفار ہم کو ہلاک کر دیں یا تم کو مکہ معظمہ سے نکال دیں ۳۔ یعنی تم کو مدینہ منورہ میں جگہ بخشی اور انصار کے مال میں تمہارا حصہ کیا۔ پھر جہاد میں غنیمت عطا فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ پاک میں رہنا اللہ کی نعمت ہے اور غنیمت اعلیٰ درجہ کی طیب روزی ہے ۴۔ امانت میں مال' راز' عزت و آبرو سب قسم کی امانتیں داخل ہیں۔ یعنی کسی کا مال نہ مارو۔ کسی کے خفیہ راز جو تم سے کہے گئے فاش نہ کرو۔ ایک دوسرے کو ذلیل نہ کرو ۵۔ شان نزول یہ آیت ابولبابہ صحابی کے بارے میں آئی جنہوں نے مدینہ کے یہود بنی قریظہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک راز فاش کر دیا بنی قریظہ اپنے مکانات میں محصور ہو گئے تھے۔ حضور نے فرمایا کہ تم سعد بن معاذ کے فیصلہ پر راضی ہو جاؤ۔ انہوں نے عرض

ع ۳ ۱۷

کیا کہ ابولبابہ کو ہمارے پاس بھیج دیں۔ ہم ان سے مشورہ کرلیں۔ ابولبابہ کو بھیجا گیا تو انہوں نے پوچھا کہ سعد بن معاذ کیا فیصلہ کریں گے تو انہوں نے اپنے حلق پر انگلی پھیر کر اشارہ کر دیا کہ سب کو قتل کا حکم دیں گے۔ پھر ابولبابہ شرمندہ ہوئے اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ کی خیانت کی اور اپنے کو مسجد کے ستون سے بندھوا دیا۔ اور فرمایا کہ اللہ کی قسم میں اس وقت تک نہ کھلوں گا جب تک حضور مجھے خود نہ کھولیں۔ جب حضور کے سامنے یہ واقعہ پیش ہوا تو فرمایا کہ اگر لبابہ میرے پاس آ جاتے تو میں ان کے لئے دعاءِ مغفرت کر دیتا۔ مگر جبکہ وہ مسجد میں پہنچ گئے ہیں تو اب میں اس وقت تک ان کو نہ کھولوں گا جب تک رب تعالیٰ ان کی توبہ قبول نہ فرمائے۔ سات روز تک یہ بندھے رہے' آٹھویں دن توبہ قبول ہوئی۔ لوگوں نے بشارت پہنچائی تو فرمایا مجھے حضور ہی کھولیں تو کھلوں گا اس واقعہ کا اس آیت میں ذکر ہے۔ اس سے

بقیہ صفحہ ۹۶۱ پر

يَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ

اللہ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا تھا۱ اور اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے بہتر اور جب ان پر ہماری

اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ

آیتیں پڑھی جائیں تو کہتے ہیں ہاں ہم نے سنا ہم چاہتے تو ایسی ہم بھی کہہ دیتے

اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ

یہ تو نہیں مگر اگلوں کے قصے۲ اور جب بولے کہ اے اللہ

اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا

اگر یہی (قرآن) تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر

حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا كَانَ

برسا۳ یا کوئی دردناک عذاب ہم پر لا اور اللہ کا کام نہیں

اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ

کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو۴ اور اللہ انہیں

وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ

عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں۵ اور انہیں کیا ہے کہ اللہ انہیں عذاب

يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ

نہ کرے وہ تو مسجد حرام سے روک رہے ہیں۶ اور وہ اس کے اہل نہیں ان کے

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

اولیاء تو پرہیزگار ہی ہیں۷ مگر ان میں اکثر کو علم نہیں

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ

اور کعبہ کے پاس ان کی نماز نہیں مگر سیٹی اور تالی۸

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

تو اب عذاب چکھو۹ بدلہ اپنے کفر کا بے شک کافر

۱۔ اس طرح کہ حضرت جبریل کے ذریعہ آپ کو ان کی ساز باز کی اطلاع دے دی اور مکڑی کے جالا کے ذریعہ آپ کو بچالیا۔ ۲۔ شان نزول۔ نضر بن حارث کہتا تھا کہ قرآن شریف انسانی کلام ہے' اگر ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا کلام گھڑ لیں۔ اس کے متعلق یہ آیت کریمہ اتری یہ اس کی محض بکواس تھی۔ قرآن کریم نے تو سارے کفار عرب کو اپنے مقابلہ کے لئے للکارا' سارے فصحاء ایک آیت بھی قرآن کریم کی طرح نہ بنا سکے۔ ۳۔ شان نزول۔ نضر بن حارث اور اس کے ساتھی اپنے ماتحتوں میں اپنی حقانیت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر طور پر انہیں سنا کر یہ دعا کرتے تھے کہ لوگ سمجھیں کہ ان لوگوں کو اپنی حقانیت اور قرآن کے غلط ہونے کا پورا یقین ہے۔ تب ہی ایسے جزم سے ایسی دعا کر رہے ہیں ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ۴۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور ہر وقت ہر مسلمان کے ساتھ ہیں اس لئے ہم پر ہمارے گناہوں کی وجہ سے عذاب نہیں آتا۔ کیونکہ عذاب نہ آنے کی وجہ حضور کی موجودگی ہے' رب فرماتا ہے' اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ اور فرماتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ حضور اللہ کی رحمت ہیں اور سب سے قریب ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ صدیق اکبر فاروق اعظم کی قبروں میں عذاب نہیں کیونکہ حضور ان کے پاس ہیں اور وہ آغوش مصطفیٰ میں سو رہے ہیں۔ جو انہیں عذاب میں مانے وہ اس آیت کا منکر ہے۔ ۵۔ یعنی ان کے محلوں میں مکانوں میں فقراء مسلمین بھی ہیں۔ جو دعا مغفرت کر رہے ہیں' یا ان کفار کی پشتوں میں مومن اولاد بھی ہے جو آئندہ پیدا ہو کر استغفار پڑھا کرے گی۔ اگر یہ لوگ ہلاک کر دیئے جاویں تو وہ اولاد کیسے پیدا ہو' یا ان میں سے بعض لوگ ایمان لا کر استغفار پڑھا کریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ استغفار کی برکت سے عذاب دور ہو جاتا ہے۔ علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ دنیا میں دو امان ہیں۔ حضور کی ذات اور استغفار حضور نے تو پردہ فرمالیا' استغفار قیامت تک رہے گی ۶۔ یعنی ان لوگوں پر عذاب ضرور آئے گا کیونکہ انہوں نے یہ گناہ مذکور کئے ہیں۔ اگرچہ عذاب کی نوعیت کچھ اور ہو۔ چنانچہ رب تعالیٰ نے کفار کو شکست دی۔ آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے۔ معلوم ہوا کہ مسلمان کو بلاعذر مسجد سے روکنا سخت جرم ہے۔ ۷۔ معلوم ہوا کہ کوئی کافر اور فاسق ولی نہیں ہو سکتا۔ تقویٰ کے چار درجے ہیں' اس لئے ولایت کے بھی چار درجے ہوئے۔ کفر سے بچنا' گناہوں سے بچنا' مشکوک چیزوں اور شبہات سے بچنا' غیر اللہ سے بچنا۔ غیر اللہ وہ جو رب سے غافل کرے۔ اگر نماز و دیگر عبادات ریا کے لئے ہوں تو وہ غیر اللہ ہیں اور اگر کھانا رب کے لئے ہو تو وہ غیر نہیں۔ مگر بعض لوگ ہر بھنگی چرسی کو ولی سمجھ لیتے ہیں۔ یہ غلط ہے۔ بعض لوگ بے دینوں کو ولی جانتے ہیں۔ یہ بھی دھوکہ ہے ۸۔ شان نزول۔ قریش مکہ بیت اللہ میں آ کر تالیاں اور سیٹیاں بجاتے تھے اور اسے عبادت جانتے تھے۔ جب حضور نماز پڑھتے تو یہ لوگ یہ حرکتیں کرتے اور خوش ہوتے کہ ہم بھی نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری اس سے معلوم ہوا کہ تالیاں' سیٹیاں بجانا کفار کا طریقہ ہے آج بھی عیسائی اپنی مجلسوں میں خوشی میں تالیاں بجاتے ہیں۔ مسلمان ان کی نقل کرتے ہیں۔ یہ نہ چاہیے کفار کی نقل بھی بری ہے۔ ۹۔ یعنی جنگ بدر کی شکست' قتل اور قید کا عذاب چکھو۔ معلوم ہوا کہ ہزیمت کفار کے لئے عذاب ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بدعملی اور کفر کی سزا کچھ دنیا میں بھی مل جاتی ہے۔ مگر اس سے آخرت کی سزا کم نہیں ہوتی۔

كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ

اپنے مال خرچ کرتے ہیں لہ کہ اللہ کی راہ سے روکیں تو اب انہیں

فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ

خرچ کریں گے پھر وہ ان پر پچھتاوا ہوں گے ٢ پھر مغلوب کردیئے جائیں گے ٣

وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾ لِيَمِيزَ اللَّهُ

اور کافروں کا حشر جہنم کی طرف ہو گا ٤ اس لئے کہ اللہ

الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ

گندے کو ستھرے سے جدا فرما دے ٥ اور نجاستوں کو تلے اوپر رکھ کر

عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ

سب ایک ڈھیر بنا کر جہنم میں ڈال دے ٦

أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٣٧﴾ قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَنتَهُوا

وہی نقصان پانے والے ہیں تم کافروں سے فرماؤ اگر وہ باز رہے تو جو

يُغْفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ وَإِن يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ

ہو گزرا وہ انہیں معاف فرما دیا جائے گا ٧ اور اگر پھر وہی کریں تو

سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٨﴾ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ

اگلوں کا دستور گزر چکا اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے ٨

وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا

اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے ٩ پھر اگر وہ باز رہیں تو اللہ ان کے

يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٣٩﴾ وَإِن تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ

کام دیکھ رہا ہے اور اگر وہ پھریں تو جان لو کہ اللہ تمہارا

مَوْلَاكُمْ ۚ نِعْمَ الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ﴿٤٠﴾

مولیٰ ہے تو کیا ہی اچھا مولیٰ اور کیا ہی اچھا مددگار

ع ۹ / ۱۸

ا۔ جنگ بدر میں مسلمانوں کے مقابلے میں کفار کے لشکر پر' شان نزول۔ یہ آیت ان بارہ قریشیوں کے متعلق نازل ہوئی جنہوں نے بدر کے موقعہ پر تمام لشکر کفار کا خرچہ اپنے ذمہ لیا تھا۔ چنانچہ روزانہ دس اونٹ ذبح ہوتے تھے رب نے ان کے اس خرچ کو اسلام کے مقابلہ میں خرچ کرنا قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بے دینی پھیلانے کے لئے رسالے' مدرسے وغیرہ پر خرچ کرنا' سب اس میں داخل ہیں۔ ۲۔ اس لئے کہ مال خرچ ہو گا اور کچھ کام نہ بنے گا۔ گویا خود یہ مال ہی ان کے لئے حسرت ہو گا۔ یہ کلام مبالغہ" فرمایا گیا۔ ۳۔ اس میں غیبی خبر ہے کہ جنگ بدر میں کفار کو شکست ہو گی۔ یا اگرچہ کبھی ظاہری فتح کفار کو دے دی جاوے مگر انجام کار فتح مسلمانوں کی ہو گی۔ اور ایسا ہی ہوا ۴۔ معلوم ہوا کہ مومن گنہگار اگر دوزخ میں گئے بھی تو ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے۔ جمع ہو کر نہ جائیں گے۔ تاکہ رسوائی نہ ہو۔ جہنم کی طرف حشر اور اجتماع کفار کا عذاب ہے جس سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بچائے گا۔ ۵۔ مسلمانوں کی کامیابی' کفر و اسلام' مومن و کافر میں چھانٹ کا ذریعہ ہے۔ ۶۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کے مقابلے میں کفار ایک ہیں عیسائی یہودی' ہندو اسلام کے مٹانے کے لئے ایک ہو جاتے ہیں۔ کفر نجاست ہے' ایمان طہارت ہے کفر تاریکی ہے۔ اسلام نور ہے۔ ہر کفر جھوٹ ہے' اسلام سچ ہے۔ لہٰذا وہ سب آپس میں مل سکتے ہیں۔ لیکن اسلام سے نہیں مل سکتے مگر اس کے باوجود انشاء اللہ غلبہ اسلام کو ہے۔ ۷۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کی برکت سے کافر کا کفر اور زمانہ کفر کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ حقوق العباد میں جو شرعی حق یا حق اللہ ضائع ہوا' وہ بھی معاف ہو جاتا ہے حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔ اگر مشرک کسی کا قرض مار کر مسلمان ہو جاوے تو قرض معاف نہ ہو گا ۸۔ معلوم ہوا کہ جہاد کا یہ مقصد نہیں کہ کفار کو جبراً" مسلمان بنایا جائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ کفر کا زور ہے کیونکہ کفر مٹانے کے لئے جہاد نہیں ہوتا بلکہ کفر کا زور توڑ دیا جائے تاکہ اسلام کا راستہ صاف ہو جائے ۹۔ خیال رہے کہ یہاں فتنہ سے مراد خود کفر نہیں بلکہ کفر کا زور توڑنے کے لئے ہوتا ہے۔ دوسری جگہ رب فرماتا ہے حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ اس میں یہ ہی بتایا گیا ہے کیونکہ جب کفار نے جزیہ دینا منظور کر لیا تو ان کا زور ٹوٹ گیا۔ حضور فرماتے ہیں۔ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یہاں حتیٰ کے معنی ہیں تاکہ' یعنی مجھے حکم دیا گیا کہ کفار سے جنگ کروں کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ یعنی جہاد میں مال کی نیت سے نہ جائیے۔ نیت اشاعت اسلام کی ہو' لہٰذا قرآن کی آیات اور آیت و حدیث میں تعارض نہ رہا۔ مقصد یہ ہے کہ دین خوب چمک جاوے اور کسی کافر کو مسلمان پر جبر کر کے اعمال صالح سے روکنے کی جرات نہ رہے۔ تلوار قرآن کا راستہ صاف کرنے کے لئے اور قرآن تلوار کو غلط چلانے سے روکنے کے لئے ۱۰۔ اس کی مدد کے ہوتے ہوئے تمہیں کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ اولیاء انبیاء کی مدد رب ہی کی مدد ہے۔